بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مبین مترجم

۲ (2)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹ - بریٹو روڈ - کراچی - فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.org

خُلاصَۃُ التَّفَاسِیر

قُرآنُ مُبِین

پارۂ سیقُولُ

آسان اُردو ترجمہ، تشریحات و مختصر تفسیر

از عالیجناب
ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشران :
پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ
۲/۴۸ جی، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی کراچی : فون ۴۵۵۶۸۷۱

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال [illegible]
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ کے مطبوعہ
پارہ سیقول دوسرا کا بغور مطالعہ کیا اور
اسے ہر طرح کی اغلاط سے مبرا پایا۔

فیض احمد شاہ سعیدی

حافظ فیض احمد شاہ سعیدی
منظور شدہ پروف ریڈر
گلشن اقبال بلاک-11 کراچی

مصنفِ کتاب	ـــــــ	اللہ جلّ جلالہٗ
نام کتاب	ـــــــ	قرآنِ مُبِینٌ (وحی الٰہی)
نام مترجم ومفسّر	ـــــــ	ڈاکٹر عالی جناب محمّد حسن رضوی صاحب مدظلہٗ
کاتبِ وحی	ـــــــ	سیّد محمّد جعفر زیدی
از سعیٔ جمیلہ	ـــــــ	سیّد غلام نقی رضوی

www.drhasanrizvi.org

عظیم الشان درس بلند ★ از نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۴

قرآنِ حکیم

کی توصیف میں — امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام

نے ارشاد فرمایا: — ملاحظہ فرمائیے

یاد رکھو ! یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا، اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا، اور ایسا بیان کرنے والا ہے، جو جھوٹ نہیں بولتا۔ — جو بھی اس قرآن کا ہمنشین ہوا، وہ ہدایت میں اضافہ پاکر، اور گمراہی و ضلالت کو کم کرنے کے بعد ہی اس سے الگ ہوا ہے

جان لو ! قرآن (کی تعلیمات) کے بعد کسی لائحۂ عمل کی احتیاج نہیں رہتی، — اور نہ کوئی شخص قرآن سے (کچھ سیکھنے سے) پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے — اس سے اپنی بیماریوں کے لیے شفا چاہو — اور اپنے مصائب اور پریشانی پر مدد مانگو۔

اس میں کفر و نفاق اور ہلاکتِ (ابدی) و گمراہی جیسے بڑے بڑے مرضوں کی شفا موجود ہے۔

اس کے وسیلے سے اللہ جل شانہٗ سے (حاجات) طلب کرو۔ — اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں ہے،

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ **قرآن** ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی شفاعت یہ قرآن کرے گا، اُس کے حق میں مان لی جائے گی، اور — اُس دن جس کے عیوب قرآن بیان کریگا تو اُس کے بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ اُس دن ایک نِدا دینے والا پکار کر کہے گا کہ: دیکھو قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا و پریشان ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیرو کار بنو، اور اپنے **پروردگار** تک پہنچنے کیلئے قرآن کو دلیلِ راہ بناؤ، اور اپنے نفسوں (کو درست کرنے) کے لیے قرآن سے پند و نصیحت چاہو اور اِس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط اور فریب خوردہ سمجھو عمل کرو...“

www.drhasanrizvi.org

لَا شَرِیْکَ لَہٗ

طریقہ وآدابِ قرأت و مخارجِ حروف

قرآنِ کریم کے پڑھنے میں حرفوں کا صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔ مثلاً "ض" کی جگہ "ظ" نہ ہو جائے۔ وہ حروف جن کی آواز ملتی جلتی ہے مثلاً ض، ظ، ذ، ز اور س، ص، ث وغیرہ کو عام طور ایک سی آواز سے پڑھا جاتا ہے، جو غلط ہے۔ ان حروف کے فرق کو واضح کرنے کے لیے حسبِ ذیل اختیار کیا جائے۔

حروف کو اُن کے اصل مخارج سے ادا نہ کیا جائے گا تو معنوں میں تبدیلی واقع ہو جائے گی اور اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔ مثلاً: "عَلیٰ" کو "ع" کے مخرج سے ادا نہ کیا اور "الف" کے مخرج سے ادا کیا جائے (جیسا عوام میں رائج ہے)، تو وہ عَلیٰ کے بجائے "اَلیٰ یا اَلا" بن جائے گا اور معنی میں تبدیلی واقع ہو جائیگی۔ عَلیٰ کے معنی "اوپر" اور اَلا کے معنی خبردار ہو یا آگاہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کی جانی چاہیئے۔ تیزی یا روانی سے تلاوت کرنے میں ایک مفہوم آیت دوسرے مفہوم سے مل کر غلط ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ ایک جملہ ہے کہ: "روکو مت جانے دو" اِس کو روانی سے پڑھا جائے تو مطلب اثبات میں نکلے گا اور اگر ٹھہر کر پڑھا جائے تو مطلب نفی میں نکلے گا۔ قرآن مجید نے خود فرمایا ہے کہ: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو) (سورۂ مزمل)

حروف	مخارجِ حروف (حروف کو کیسے ادا کیا جائے)
ء ـ ھ	دونوں حروف کو ابتدارِ حلق سے
ع ـ ح	وسطِ حلق سے
غ ـ خ	انتہارِ حلق سے
ق	زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو سے
ک	ق کے مخرج سے تھوڑا سا ہٹ کر۔ یعنی پہلے
ج ـ ش ـ ی	زبان کے درمیان اور اوپر کے تالو کے درمیان سے
ض	زبان کے کنارے اور دانتوں کی گرہ کے قریب سے۔ یعنی تمام کنارے زبان کے لگانے ہیں، بائیں طرف کے اوپر داڑھوں کی جڑ سے یا دائیں طرف سے۔ لیکن بائیں طرف سے آسان ہے۔
ل	زبان کی نوک کے قریب سے اور اوپر کے تالو سے۔
ر	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔ نون کے مخرج کے بعد
ن	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے۔
ط ت	زبان کے سر اور اوپر کے دانتوں کی جڑ سے۔
ظ ز ث	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
س ص ذ	زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے
ف	نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اوپر کے دانتوں کے کنارے سے
ب م و	ہونٹوں کے درمیان سے
ا	فضاء دہن سے۔ یعنی الف دراصل ایک ہوا کی مانند ہے جو اندر سے نکلتی ہے

★ــــ (ماخوذ از قرآن الکریم۔ مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ)

www.drhasanrizvi.org

رُموز واوقافِ قرآن

(از : القرآن الحکیم ؛)
(مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ)

قرآن مجید کی تلاوت کے لیے رُموز واوقاف کا جاننا بیحد ضروری ہے تاکہ صحیح طریقے سے تلاوت کی جاسکے۔ طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

احکام	واضح نام	رُموز واوقاف
یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیئے ورنہ عبارت کا مطلب منشاءِ الٰہی کے خلاف ہوجائے گا۔	وقفِ لازم	م
یہاں سے گذرنا نہیں چاہیئے، بلکہ بہتر یہی ہے کہ اِس پر وقف کرکے مابعد سے ابتدا کی جائے	وقفِ مطلق	ط
یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔	وقفِ جائز	ج
یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے، لیکن ٹھہرنا بھی جائز ہے۔	وقفِ مجوّز	ز
یہاں ملاکر پڑھنا چاہیئے، لیکن تھک جانے کی حالت میں ٹھہرنا جائز ہے۔ "ز" کی بہ نسبت "ص" میں وصل (یعنی ملاکر پڑھنے) کو ترجیح ہے۔	وقفِ مُرخّص	ص
کہا گیا ہے کہ یہاں وقف ہے۔ لیکن ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔	قِیلَ علیہ الوقف	ق
یہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیئے، بلکہ اگر بھولے سے ٹھہر جائے تو ماقبل سے دوبارہ ملاکر پڑھنا واجب ہے	لاوقف علیہ	لا
یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔	قِف علیہ	قف
اِس جگہ آواز کو اِس طرح توڑے کہ سانس نہ ٹوٹے۔	سکتہ	سکۃ
لمبے سکتہ کی علامت ہے، اِس جگہ ذرا دیر تک آواز کو توڑے رکھے، لیکن سانس نہ ٹوٹے۔ سکتہ وصل سے قریب تر ہوتا ہے اور وقفہ، وقف سے۔	وقفہ	وقفہ
کبھی ملاکر پڑھا جاتا ہے، لیکن وقف کرنا احسن ہے۔	قَد یُوصَل	صل
یہاں ملاکر پڑھنا بہتر ہے۔	الوصل اَولیٰ	صلے
جہاں ایک سے زیادہ علامتیں ہوں (مثلاً: زؔ صلےؔ وغیرہ) وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ اور اگر ایک سے زیادہ علامتیں ایک سیدھ میں ہوں (مثلاً ص ق وغیرہ) تو آخری علامت کا اعتبار ہوگا۔		
رکوع کی نشانی ہے۔ یہاں رکوع ختم ہوتا ہے۔	رکوع	ع
آیت کی ۃ کو دائرے میں منتقل کیا گیا۔ جو اکثر ختم آیت کے بعد بنایا جاتا ہے۔	آیۃ (ۃ)	○
یہ علامت جہاں ہوتی ہے وہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں		○ لا
معانقہ علامت ہے کہ یہاں دو وقف ہیں۔ ایک کو اختیار کرے۔ اِس کے رمز مختلف ہیں۔ کہیں تین نقطے بنادیے جاتے ہیں، کہیں "معاً" بنادیتے ہیں اور کہیں "معانقہ" و "ج" لکھتے ہیں۔	معانقہ یا مراقبہ	∴ ∴

www.drhasanrizvi.org

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (۱۴۲)

بہت جلد بے وقوف[1] لوگ کہیں گے کہ: آخر کس چیز نے ان لوگوں کو اس قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جس پر یہ لوگ (پہلے) تھے؟ کہدیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کے ہیں۔ وہ (اللہ) جسے چاہتا ہے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔

آیت ۱۴۲: حضرت امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ مکہ میں بیت المقدس کی سمت رُخ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے اس طرح کہ کعبہ کو درمیان لے لیا کرتے تھے۔ مدینہ پہنچ کر بھی ۱۷ مہینے تک بیت المقدس ہی کی سمت نماز پڑھتے رہے آپؐ نے سمتِ نماز کے بدلنے کی دعا کی، ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ یہ حکم پہنچا کہ "اے رسولؐ! ہم تمہارے آسمان کیطرف چہرے کے رُخ کرنے کو ضرور دیکھ رہے ہیں" جب حضورؐ نے عالمِ نماز میں بیت المقدس سے مکہ کی طرف رُخ فرمالیا تو یہودیوں نے یہی اعتراض کیا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ خدا نے جواب دیا کہ "سب مشرق و مغرب اللہ ہی کے تو ہیں" تو وہ جس سمت کو چاہے قبلہ مقرر فرمائے۔ یہ قبلہ کا تعین مرکزیت کے لیے تھا ورنہ خدا کوئی جسم نہیں رکھتا کہ اسکی طرف رُخ کیا جائے۔ (احتجاج طبرسی)

★ تحویلِ قبلہ کا یہ حکم پیر کے دن ۲ھ بدر کی لڑائی سے ۲ ماہ قبل آیا۔ اُس وقت رسولِ خدا مدینہ سے ۳ میل دور ایک مسجد میں نمازِ جماعت پڑھا رہے تھے حضورؐ نے اپنا رُخ کعبہ کیطرف موڑ لیا۔ آپؐ کے ساتھ حضرت علیؑ اور بعض دیگر اصحاب نے بھی پہلی ۲ رکعتیں بیت المقدس کیطرف اور بقیہ ۲ رکعتیں کعبہ کیطرف پڑھیں، اسی لیے اس مسجد کو ذوقبلتین یعنی ۲ قبلوں والی مسجد کہتے ہیں (تفسیر صافی ص۲۰)

[1] بے عقلوں کے معنی (۱) بدعقل، کم عقل (راغب)۔ (۲) احکامِ الٰہی پر اعتراض کرنے والے۔ (۳) یہودی (بخاری شریف) (۴) منافقین (ابن جریر عن سدی) تمام کفار (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۱۴۳	(۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں عدل و انصاف پر مبنی راہِ عمل اختیار کرنے والا قرار دیا۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور پیغمبر تم پر گواہ ہوں۔ اور (پہلے) تم جس طرف (نماز پڑھتے) تھے اُس کو تو ہم نے صرف یہ جاننے کیلئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسُول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹا پھر جاتا ہے؟ یہ (امتحان) تھا تو بڑا مشکل مگر اُن لوگوں کیلئے (نہیں) جو اللہ کی (دی ہوئی) ہدایت پر تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارا ایمان کو برباد کرے (کیونکہ) یقیناً وہ تو لوگوں پر بڑا ہی شفیق اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

آیت ۱۴۳ : اُمَّۃً : لغت میں اُمّۃ کے معنی گروہ کے ہیں اور قرآن میں اُمّۃ کا لفظ ایک شخص کے لیے بھی بولا گیا ہے۔ اور امام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ارشاد ہوا: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ (سورۂ نحل آیت ۱۲۰)

(یعنی) بیشک ابراہیم ایک اُمّت تھے خدا کے فرمانبردار مخلص تھے (یا) ابراہیم امام تھے "۔ اور *

* (باقی تفسیر صفحہ ۷۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

(از صفحہ ۷۸)

وَسَطٗ : کے معنی، معتدل آدمی کے ہیں۔ یعنی جو افراط و تفریط سے پاک ہوں۔ نہ وہ حق سے منحرف ہوں اور نہ باطل کی طرف مائل ہونے والے ہوں۔ یہی صفت حضرت رسولِ خداؐ کی اُمت کے لیے واجب کی گئی ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس کا حقیقی اور اوّلین معنی میں اطلاق پوری اُمت پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امت میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ نیک بھی ہیں اور بد بھی۔ اِس لیے اِس اُمَّۃً وَّسَطًا یعنی "معتدل گروہ" یا "عدل و انصاف پر مبنی راہِ عمل اختیار کرنے والا" کا اطلاق اوّلین اور مکمّل طور پہ اُن لوگوں پہ ہو گا جن کی زندگی کا ہر قول اور ہر عمل افراط و تفریط سے بالکل پاک ہو گا۔ وہی معصوم بھی ہوں گے اور امام بھی، اور اُنھیں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اُمت کے اعمال پر گواہ بھی ہوں اور حضرت رسولِ خداؐ اُن پر گواہ ہوں۔ (اصول صـ۱۱۳ طبع نولکشور،

تفسیر لوامع التنزیل جلد ۲ - بروایت حضرت علیؑ و سلیم بن قیس الہلالی)

اُمّتِ وسط کے دوسرے معنی ہیں، ایسا گروہ جو معتدل طریقۂ زندگی رکھتا ہو۔ جو ہر کجی، اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ عربی زبان میں معتدل گروہ تعریف کے لیے آتا ہے۔ (ابن جریر۔ بیضاوی)

عرفاء و فقہاء نے نتیجے نکالے (۱) تمام اہلِ قبلہ درجۂ ضروری تک راہِ ہدایت پر ہیں۔

(۲) اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ (۳) قبلہ کوئی ہو اصل ثواب تعمیلِ حکم پر ملتا ہے۔ جنھوں نے اس سے پہلے بیت المقدّس کی طرف نماز پڑھی وہ بھی درست تھی کہ اُس وقت بیت المقدّس ہی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا۔ (۴) کوئی سمت مقدّس نہیں۔ صرف حکمِ خدا مقدّس ہے۔ بقول اقبال

؎ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ٭ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات

(۵) اور آخر میں خدا کا خود کو نہایت شفیق اور بے حد رحم کرنے والا فرمانا بتاتا ہے کہ قبلے کی تبدیلی کا حکم خدا کی رحمت سے ہے۔

www.drhasanrizvi.org

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى (۱۴۴)
السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ص
فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا
وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ
الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ ۱۴۴

بیشک ہم تمہارے مُنہ کا (بار بار) آسمان
کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ اچھا تو لو
ہم اِسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں
جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اب مسجدِ حرام کی
طرف اپنا رُخ موڑ لو۔ اور اب جہاں
کہیں بھی (اے نمازیو!) تم ہُوا کرو اُسی
کی طرف اپنے مُنہ کر کے (نماز پڑھ لیا)
کرو۔ اور بیشک یہ لوگ جنھیں کتاب
دی گئی ہے خوب اچھی طرح جانتے ہیں
کہ یہ حق (حکم) ہے اُن کے پروردگار ہی
کیطرف سے اور اللہ اُنکی حرکتوں سے غافل نہیں ہے

آیت ۱۴۴ : عرفاء نے نتیجہ نکالا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا بار بار آسمان کو دیکھنا بتاتا ہے کہ اگرچہ خدا کسی سمت میں نہیں ہے مگر خدا کی خاص تجلیات کا تعلق آسمان سے ہے۔ محققین نے لکھا کہ "سخت بے چینی کے وقت آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کرنا موجبات قبول میں سے ہے۔"

www.drhasanrizvi.org

وَلَىِٕنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا (۱۴۵)	اور اگر آپؐ اہلِ کتاب کے سامنے
الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا	سارے ہی معجزے کیوں نہ پیش کردیں
قِبْلَتَكَ ۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ	پھر بھی وہ آپؐ کے قبلے کی پیروی
قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ	نہیں کریں گے اور نہ آپؐ ہی اُنکے قبلے
قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ	کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ خود بھی
اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا	تو ایکدوسرے کے قبلے کے پیرو نہیں۔
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ	اور اس علم کے بعد جو تمہارے پاس
اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۘ ۱۴۵	آچکاہے، اگر آپؐ نے اُنکی خواہشات
	کی پیروی کی، تو بلاشبہ آپؐ حد سے
	تجاوز کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

آیت ۱۴۵ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ (۱) اللہ کے قانون میں کسی کے لیے رو رعایت نہیں ہوتی۔ (۲) انبیاء کے نفس میں بھی گناہوں کی صلاحیت ہوتی ہے مگر کیونکہ اُن کا تعلق خدا سے ہمہ وقت منسلک رہتا ہے اِس لیے خطا سے محفوظ اور گناہ سے معصوم ہوتے ہیں (۳) امام رازی نے نکتہ نکالا کہ عالم کی سزا غیر عالم سے کہیں زیادہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ : بظاہر تو خطاب جناب رسالت مآبؐ سے ہے۔ مگر مراد تمام اُمتِ اسلامیہ ہے۔ (تفسیر انوار النجف ص۱۹۳ جلد۲)

www.drhasanrizvi.org

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (۱۴۶) يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۴۶

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس (رسولؐ) کو اسی طرح پہچانتے ہیں، جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ (مگر اس کے باوجود) یقیناً اُن میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپاتا ہے۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ (۱۴۷) مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ ۱۴۷

حق بات وہی ہے جو آپؐ کے پالنے والے کی طرف سے ہو۔ لہٰذا آپؐ ہرگز شک میں پڑنے والوں (یا جھگڑنے والوں) میں سے نہ ہونا۔

آیت ۱۴۶ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ توریت اور انجیل میں حضرت رسولِ خداؐ کے سچے ہونے اور ہجرت زمانے کا ذکر آچکا تھا۔ اِس لیے وہ لوگ حضرت رسولِ خداؐ کو بہت اچھی طرح سے پہچانتے تھے۔" (تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.org

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۱۴۸)
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ
مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا ۚ
إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۴۸

اور ہر ایک کے لیے ایک سمت رہی ہے، جدھر وہ (نماز کیلئے) رُخ کرتا ہے۔ پس تم نیکیوں میں (بڑھ چڑھ کر) سبقت کرو۔ؕ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تم سب کو (ایک جگہ) لے آئیگا (کیونکہ) بلاشبہ اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۴۸ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "یہ آیت (اوّلین معنی میں) قائم آلِ محمدؐ (حضرت امام مہدیؑ) کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے، جو رات کو اپنے اپنے بستروں پر غائب ہو جائیں گے اور صبح کو مکّہ میں ہوں گے۔ اور اُن میں سے بعض دن دہاڑے بادلوں کی (جیسی) سواریوں پر جائیں گے۔ اور ہم اُن میں سے ہر ایک کے نام اور اُن کے باپ کا نام، اُن کی صورت شکل، حسب نسب سب پہچانتے ہیں۔" (تفسیر صافی ص۵)

(نوٹ) اِس حدیث میں ہوائی سفر کا واضح حوالہ موجود ہے۔

لہ غرض تکوینی اور تشریعی دونوں حیثیتوں سے اللہ نے انسان کے حالات مختلف رکھے ہیں جس طرح دنیا کے لوگ بھی مختلف پیشے اور کام اختیار کیے ہوئے ہیں اسی طرح دینی خدمات میں بھی کوئی علمِ حدیث پر کام کر رہا ہے تو کوئی تفسیرِ قرآن پر تو کوئی فقہی مسائل اخذ کر رہا ہے تو کوئی اصولِ دین کی ترجمانی کر رہا ہے۔ یہ سب مختلف طریقے ہیں اللہ کی طرف۔ اب جو شخص جس طریقے سے بھی اللہ کی خوشی کی خاطر کام کریگا اللہ اُس کو اُس کی نیت اور کوشش کے مطابق اجر دے گا (ماجدی)

www.drhasanrizvi.org

(۱۴۹) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ۱۴۹

اور آپ جب بھی کہیں (جانے کیلئے) نکلیے تو (وہیں سے) اپنا رُخ (نماز کے وقت) مسجدِ محترم کی طرف پھیر لیجئے۔ بلاشبہ یہی آپ کے رب کیطرف حق ہے۔ اور اللہ آپکے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔

(۱۵۰) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۙ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۚ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ ۱۵۰

لہٰذا اب جہاں سے بھی آپ کا گذر ہو (نماز کے وقت) اپنا چہرہ مسجدِ حرام ہی کی طرف موڑ لیا کیجئے۔ اور تم (لوگ بھی) جہاں کہیں بھی ہوا کرو (نماز کے وقت) اپنے مُنہ مسجدِ حرام ہی کی طرف موڑ لیا کرو، تاکہ لوگوں کو تمھارے خلاف کوئی دلیل نہ ملے۔ ہاں، اُن میں سے جو لوگ ظالم ہیں، تو تم اُن سے مت ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو، تاکہ میں تم پر اپنی نعمت مکمّل کردوں اور یہ اُمید رکھو کہ تم سیدھا راستہ پا جاؤ گے۔

ثریا ۱۹-۹-۲۰۰۱

آیت ۱۵۰ ف۱: ازہری نے لکھا کہ "وہ دلیل جس سے انسان کو کامیابی — (باقی ص ۸۵ پر)

www.drhasanrizvi.org

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا (۱۵۱) مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۱۵۱

جیسے کہ (ہدایت کیلئے) ہم نے تمہارے درمیان، خود تم ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو تمھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور تمھیں سُدھارتا سنوارتا ہے، اور تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اور تمھیں وہ باتیں بھی سکھاتا ہے جو تم جانتے تک نہ تھے۔

ربع ۲ عند المتأخرین ۱۲

(آیت ۱۵۰) (بقیہ از صہ ۸۴) ۔ حاصل ہو اُس کو حجت کہتے ہیں۔ اور دلیل کو حجت اس لئے کہتے ہیں کہ اُس کے ذریعے دشمن پر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ آیت میں الفاظ کی تکرار" (۱) تاکیداً ہے جو اہلِ عرب کا عام دستور ہے۔ (کررت تاکیداً) (بحر)

"مِنْ حَيْثُ..." اس کے بارے میں بعض نے لکھا ہے کہ پہلا حکم "عام حکم" ہے یعنی سفر یا حضر جہاں جس حال میں ہو نماز کعبہ کیطرف پڑھو۔ دوسرا حکم مکان کیلئے ہے یعنی دور، نزدیک، حاضر، غائب جہاں بھی ہو توجہ کعبہ کیطرف کرو۔

اہلِ لطائف اور اشارات نے لکھا ہے کہ ہر بار کے حکم سے ایک خاص اشارہ مقصود ہے (۱) پہلی بار سے مطلق حکم وجوب مراد ہے (۲) دوسری بار سے تقسیمِ حالات یعنی سفر ہو یا حضر (۳) تیسری بار سے تعمیمِ مکان یعنی نزدیک ہو یا دور (۴) چوتھی بار سے تعلیمِ آداب یعنی قبلہ رُو رہنے کا استحباب ہو (۵) پانچویں بار سے توجہِ قلبی مراد ہے (۶) چھٹی بار سے تاکید یعنی یہ حکم منسوخ ہونے والا نہیں۔

(آیت ۱۵۱) عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ (۱) رسولؐ کی حیثیت صرف ڈاکیے کی نہیں ہوتی بلکہ پاک کرنے والے، معلّم، شارح، نمونۂ عمل اور حاکم کی ہوتی ہے (۲) رسولؐ کی رسائی عالمِ حقیقت کی ان گہرائیوں تک ہوتی ہے جو علم و عقل، کشف و اشراق سب سے ماوراء ہیں۔ (مدارک)

www.drhasanrizvi.org

فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۱۵۲﴾ لہٰذا تم مجھے یاد رکھو، تو میں تمھیں یاد رکھوں گا۔ [۱] اور میرا شکر ادا کرو، [۲] اور میری ناشکری نہ کرو۔

آیت ۱۵۲ : امیر المؤمنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا: "تم خدا کو ہر جگہ یاد کرو کیونکہ وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ موجود ہے۔" (الخصال)

★ [۱] حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "خدا نے ارشاد فرمایا:— "اے آدمؑ کے بیٹے! تو میرا ذکر اپنے مجمع میں کر، میں تیرا ذکر اُس سے بہتر مجمع میں کروں گا۔ یعنی فرشتوں کے مجمع میں۔ (تفسیر صافی ص۵)

★ [۲] ابوالائمہ حضرت علی اور امام زین العابدین علیہما السّلام سے روایت ہے کہ: "جس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ (سمجھ کر دل و دماغ سے) کہا، اُس نے خدا کی تمام نعمتوں کا (زبانی) شکریہ ادا کر دیا اور ہر نعمت کا (حقیقی اور عملی) شکریہ یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جو کچھ حرام ہے اُس سے بچا جائے۔" (تفسیر صافی ص۵)

★ —— حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "جو بلا خدا کی طرف سے نازل ہو اُس پر صبر واجب ہے اور جو فیصلہ خدا نے فرما دیا اُس کو تسلیم کرنا واجب ہے اور جو نعمت خدا کی طرف سے ملی اُس کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔" (الخصال)

—— غرض کہ طاعت و عبادت کے ذریعے سے بندے کا اپنے مالک کو یاد کرنا (باقی ص۸۷ پر)

www.drhasanrizvi.org

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا (۱۵۳) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر
بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بلاشبہ اللہ
مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۞ ۱۵۳ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ے

(ے۔ اس لیئے کہ نماز سے بیرونی یعنی الٰہی امداد، اور صبر سے داخلی یعنی خود اعتمادی جیسی عظیم قوت حاصل ہوگی۔ نیز نماز خودسری سے روکے گی اور صبر، خودداری پیدا کریگا۔ "جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں")

(بقیہ آیت ۱۵۲ از صفحہ ۸۶) ۔ یادِ الٰہی کو خاص وقت کے ساتھ محدود نہیں کرتا۔ بولتے چلتے، کھاتے پیتے، ملتے جلتے سوتے جاگتے، لیتے دیتے ہر حال میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھنا سب سے بڑی یادِ الٰہی ہے۔

★ — اس کے علاوہ خدا کی آیتوں پر غور و فکر کرنا اور خدا کی عظمت و قدرت کا تفکر بھی خدا کو یاد کرنا ہے (امام جعفر صادق ع۔ خصائل)

● — اور خدا کا اپنے بندوں کو یاد کرنا یہی ہے کہ اُن پر دنیا و آخرت میں اپنے خاص فضل و کرم کی بارش کرے۔ بندہ اِدھر سے یاد میں لگا ہے، تو اُدھر سے سرفرازی ہوتی رہے گی۔ یہی اصل ثمرہ اور انعام ہے ذکرِ الٰہی کا۔ اگر یہ بات ہر وقت یاد رہے تو کبھی ذاکر و شاغل کو تشویش یا شکایت نہ ہوگی۔ (تھانوی)

● — خدا کے شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ: اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ ہی کے کاموں اور طاعتوں پر لگایا جائے۔ اور کفرِ نعمت کے معنی شرک، الحاد، شک، فسق و فجور، گناہ اور بدعت ہے۔ یہی ناشکری اور کفرانِ نعمت ہے۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اُس کی نافرمانی میں لگانا۔

آیت ۱۵۳ : حضرت امام جعفر صادق ع سے روایت ہے کہ: "حضورِ اکرم ص نے ارشاد فرمایا کہ:

"جو شخص اپنی آبرو جانے یا اپنی بات کے بگڑ جانے پر مجبوراً صبر کرے اور لوگوں سے (باقی ص ۸۸ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفحہ ۸۷ آیت ۱۵۳) ۔ اُس کی شکایت نہ کرے، تو وہ عام صبر کرنے والوں میں شمار ہوگا اور اُس کا حصّہ اِس بشارت میں (بقدرِ صبر) ہوگا۔ اور جو شخص خدا کی نازل کی ہوئی بلا کو خوشی سے قبول کرے گا اور سکون و قرار کے ساتھ صبر کرے گا، اُس کا شمار خواص میں ہوگا اور اس کا (بڑا) حصّہ اس خوشخبری میں ہوگا۔

نیز امامؑ نے فرمایا: "صبر سے مراد روزہ بھی ہے۔"

(مصباح الشریعۃ ۔ تفسیر صافی صفحہ ۵۰)

مقصد یہ ہے کہ ہجومِ مشکلات میں خدا سے تعلق جوڑے رکھو، اُسی پر بھروسہ رکھو اُس کے آگے جُھکتے رہو۔ تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ کسی طاقتور ہستی سے تعلق قائم ہونے پر دل کو زبردست تقویت ہوتی ہے۔ مثلاً خطرے کے وقت پولیس یا محافظ پہنچ جائے تو دل کو ڈھارس بندھ جاتی ہے۔ شدید بیماری کے وقت ڈاکٹر کے آنے سے ٹوٹی ہوئی آس پھر بندھ جاتی ہے۔

★ صبر کے معنی: تنگی و ناخوشگواری میں خود کو ایسے اُمور سے روکے رکھنا جو خدا کو ناپسند ہیں (راغب)

صبر اصطلاحِ شریعت میں نفس کو عقل پر غالب آنے سے روکنا ہوتا ہے۔ یعنی کسی حال میں دائرۂ شریعت سے قدم باہر نہ نکالا جائے (راغب) مطلب یہ ہے کہ ہجومِ مشکلات میں گھبرا نہ جاؤ، دل کو قابو میں رکھو، دل کے بس میں نہ آجاؤ۔

صبر ایک سلبی کیفیت ہے اور نماز ایک ایجابی عمل ہے۔ غرض انفرادی اور

(باقی صفحہ ۸۹ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝۱۵۴

(۱۵۴) اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں، اُنھیں مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر تم کو شعور نہیں ہے

(یعنی یہ نہیں کہ اُن کو صرف اُدبًا مُردہ نہ کہو بلکہ وہ واقعتًا زندہ ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ تم اپنے نقصِ فہم کے سبب اُن کے زندہ ہونے کو سمجھ نہیں رہے ہو۔) (۱۵۴)

(بقیہ از ص ۸۸) ۔ اجتماعی دونوں کی فلاح کا راز ان دو چیزوں میں ہے کہ گناہ سے روکا جائے اور حکمِ خدا کی اطاعت کی جائے۔

★ اور خدا کا یہ فرمانا کہ وہ صابرین کے ساتھ ہے، اِس حقیقت کے مراقبے سے بڑھ کر نہ تو روح کے لیے کوئی لذیذ غذا ہو سکتی ہے اور نہ جراحتِ قلب کا اِس سے بہتر کوئی مرہم ہو سکتا ہے۔ خدا کی معیّت جب صابروں کیلئے ہے تو غازیوں کیلئے تو بدرجۂ اولیٰ ہوگی (اوح)
۲۰۰۱-۹-۷

(آیت ۱۵۴ :)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مومنین کی روح کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: " وہ جنّت میں اپنی اصلی صورت جیسے جسموں میں اس طرح رہتی ہیں کہ اگر تم اُن کو دیکھ لو تو پہچان لوگے۔" (تفسیر صافی ص ۵۰)

اِس آیت کے اوّلین اور کامل ترین مصداق امام حسین علیہ السلام اور اُن کے ساتھی ہیں جو آیت کے ہر ہر لفظ سے ثابت ہے۔

www.drhasanrizvi.org

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ ۱۵۵

(۱۵۵) اور ہم تو تمھیں خوف، بھوک، جان و مال اور پھلوں (میوۂ دل، اولاد) کے نقصان میں سے کسی نہ کسی میں ضرور ضرور آزمائیں گے اور جو لوگ صبر کریں گے اُن کو خوشخبری دیدیجئے۔

(آیت ۱۵۵) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس آیت ۱۵۵ میں جن آزمائشوں کا ذکر ہے وہی قائم آلِ محمدؑ کے ظہور کی علامتیں ہیں۔ اُن کے ظہور سے پہلے مومنین کا انھیں چیزوں سے امتحان ہوگا۔ خوف یعنی بنی اُمیّہ کے جیسے بادشاہوں کا ہونا، بھوک اُس زمانے کی مہنگائی ہوگی، نقصان تجارت اور فصلوں کے خراب اور کم ہوجانے کا نام ہے۔ موت طرح طرح کی ہوگی۔ پھلوں کا نقصان زراعت کے نقصان سے عبارت ہے۔ خوش خبری اُن لوگوں کے لیے جو اُن مصیبتوں کے عالم میں قائم آلِ محمدؑ (امام مہدیؑ) کے ظاہر ہونے کا انتظار کریں گے۔ یہ جو ہم نے بیان کیا، یہ اِس آیت کی تاویل ہے (یعنی اوّلین معنی میں) اور خدا فرماتا ہے کہ" اس کی تاویل نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ جو راسخون فی العلم یعنی علم میں انتہائی مضبوط ہیں۔" (تفسیر صافی ص ۵)

برزخی زندگی تو ہر مومن کیلئے ہے مگر شہداء کیلئے وہ زندگی امتیازی اور خصوصی ہوگی ان میں

(باقی صفحہ ۹۱ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفحہ ۹۰) آیت ۱۵۵:

آثارِ حیات دوسروں سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ اس کی اس حیات کا ایک اثر جسدِ ظاہری تک بھی پہنچتا ہے اور یہ زندگی انبیاء اور ائمہؑ کیلئے اور بھی زیادہ موثر ہوگی۔ حیاتِ شہداء کے معتقد یہود کے بعض فرقے بھی ہیں۔ —— (جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ ص ۵۶۶)

★ بعض عرفاء نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا کہ شہید کے لیے غسل اور نمازِ جنازہ غیر ضروری ہیں کیونکہ اُن کی تطہیر تو شہادت سے ہو چکی —— (ابنِ عربی)

★ مومنین کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کی مصیبتیں عذاب نہیں، امتحان ہیں، اور امتحان بھی بہت سخت نہ ہوگا: بِشَیْءٍ یعنی کچھ کہہ کر بتا دیا کہ جزوِ قلیل سے متعلق ہوگا کُل سے متعلق نہ ہوگا۔ "خوف": کے معنی مال عزت بلکہ ہر چیز کے ضائع ہونے کا خوف و ہراس۔ "بھوک" کے امتحان سے مراد: ہر حرام مال سے بچنا اور فقر و فاقے سے نہ ڈرنا۔ مال کے امتحان سے مراد: رشوت، سود، خیانت اور غیر شرعی معاملات سے دُور رہنا۔ موت، بیماری، جہاد اور حادثات میں صبر سے کام لینا۔ ثمرات سے مراد: اولاد بھی ہے اور تجارت و زراعت کے نقصانات بھی ہیں۔

★ محققین نے لکھا کہ عوام کا امتحان شرکِ جلی سے متعلق ہوتا ہے اور خواص کا امتحان شرکِ خفی سے ہوتا ہے۔ عرفاء نے لکھا کہ ثابت ہوا کہ مجاہدۂ اضطراری بھی نافع ہوتا ہے۔

نوٹ:- صبر کے معنی: بے حس یا غم کو محسوس نہ کرنا نہیں ہوتا۔ صبر یہ ہے انتہائی غم میں بھی عقل کو نفس پر غالب رکھے، زبان سے خدا پر اعتراض نہ کرے، نظر مسبّب اور اسباب پر، اُسکی مصلحت و حکمت پر اور اُسکی رحمت و شفقت پر رکھے۔ (غم میں بھی قانونِ فطرت سے میں کچھ بدظن نہیں ہوں۔ یہ سمجھتا ہوں کہ میرا دوست ہے دشمن نہیں) اکبر

www.drhasanrizvi.org

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ ۱۵۶ (۱۵۶)

جب بھی اُن لوگوں پر کوئی بھی مصیبت پڑی تو اُنھوں نے کہا: "بلاشبہ ہم اللہ ہی کے تو ہیں، اور یقیناً ہمیں اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔"[۱]

آیت ۱۵۶ : "مصیبت" کے معنی: ہر وہ چیز جو مسلمان کو ناگوار ہو۔ غرض ہر چھوٹا بڑا ناخوشگوار واقعہ اس میں داخل ہے۔ بیماری، مالی نقصان، دوستوں، عزیزوں کی موت ہر قسم کی بے عزتی چاہے چھوٹی ہو یا بڑی۔ (بحر)

★ اور جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ ہم خود بھی اور ہماری ہر چیز ہماری نہیں ہے:

ع "جو کچھ ہے سب خدا کا، وہم و گماں ہمارا"۔ تو پھر انسان کے سارے رنج و غم۔ درد و حسرت دُور ہو جاتے ہیں۔ یہ تصور دل کو امن و سکون دے کر غم کو دُور یا ہلکا کر دیتا ہے۔ یہ عارفانہ تیر بہ ہدف نسخہ ہے جس کا کوئی جواب ممکن نہیں۔ اگر پورے قرآن میں صرف یہی آیت ہوتی تو خدا کے کلام ہونے کو ثابت کر دیتی۔ (ماجدی۔ تھانوی)

★ [۱] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بارے میں لکھا ہے کہ ہر مشکل امر اور مصیبت پر ناگواری اور تکلیف (کے وارد ہونے) پر یہی کلمہ زبان پر جاری فرماتے۔

عرفا نے لکھا کہ جسیں یہ اوصاف ہوں وہ اللہ کے نورِ اعظم میں ہوتا ہے۔ توحید و رسالت سے تمسک ہو۔ مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کہنا۔ نعمت ملنے پر حمدِ خدا پڑھنا۔ گناہ سرزد ہونے پر استغفار پڑھنا۔ (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.org

أُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ (۱۵۷)
مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞۖ
وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُهۡتَدُونَ ۝ ۱۵۷

یہی وہ ہیں کہ اُن پر اُن کے رب کی خاص عنایتیں ہیں اور رحمت بھی ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔

إِنَّ ٱلصَّفَا وَٱلۡمَرۡوَةَ مِن (۱۵۸)
شَعَآئِرِ ٱللَّهِۖ فَمَنۡ حَجَّ
ٱلۡبَيۡتَ أَوِ ٱعۡتَمَرَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيۡهِ أَن يَطَّوَّفَ
بِهِمَاۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيۡرٗا
فَإِنَّ ٱللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝ ۱۵۸

اِس میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لیے جو شخص (اللہ کے) گھر کا حج یا عُمرہ (یعنی زیارت) کرے، تو اُس کیلئے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ اِن دونوں (پہاڑوں) کے درمیان سعی کرے (چکر لگائے) اور جو شوق و رغبت کے ساتھ کوئی نیکی کا کام کرے تو اللہ اُس کا بڑی قدر کرنے والا شاکر ہے۔ (کیونکہ) وہ (نیت و اعمال کا) خوب جاننے والا ہے۔ (۱۵۸)

آیت ۱۵۷: یعنی یہ لوگ عنایتِ خاصہ کے مستحق ہوں گے، اب جس نے خدا کی رحمتِ عامہ اور خاصہ کو پالیا تو اب اُس کیلئے دنیا اور آخرت کی کونسی نعمت بچ گئی؟ (روح) حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "خدا نے صابروں سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ (۱) صلوات یعنی خاص رحمتیں (۲) رحمت (۳) ہدایت یہ تینوں نعمتیں اتنی عظیم ہیں کہ انمیں سے ایک نعمت بھی عرش کے ملائکہ کو مل جائے تو وہ راضی ہوجائیں، پھر کچھ طلب نہ کریں۔" (نور الثقلین) ٭

٭ آیت ۱۵۸ کی تفسیر صفحہ ۹۴ پر ملاحظہ فرمائیں

www.drhasanrizvi.org

(آیت ۱۵۸:) "صَفَا" کے معنی ہیں صاف پتھر یا خالص چٹان۔ اور "مَروہ" کے معنی ہیں سفید نرم پتھر۔ اور "شعائر اللہ" کے معنی، اللہ کے دین کی خالص نشانیاں یا علامتیں (مدارک، کبیر)

یا اِس سے مراد: مناسکِ حج کی علامتیں۔ (ابنِ عربی)

"شاکر" کا لفظ جب اللہ کے لیے آتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ بندے کی تھوڑی سی اطاعت پر بے حد و حساب معاوضہ دیتا ہے۔ (معالم)

★ صَبر کے ذکر کے فوراً بعد حج کا ذکر شاید اس لیے بھی ہے کہ حج صبر کی مشق ہے۔

★ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "صفا اور مروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں۔ ایّامِ جاہلیت میں مشرکینِ مکّہ نے ان پر دو بُت رکھے تھے۔ صفا پر آساف نامی بُت رکھا رہتا تھا اور مروہ پر نائلہ نامی۔ اِس لیے لوگوں کو خیال ہوا کہ اِن پہاڑیوں پر دوڑنا کہیں گناہ نہ ہو؟ تو اس پر یہ آیت اُتری (الکافی)

★ حضرت امام محمّد باقرؑ نے اس دوڑنے کا فلسفہ بتایا کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا خدا نے گردن کشوں کی شان کم کرنے کیلئے قرار دیا ہے۔ یہ دوڑنا مناسکِ حج میں داخل ہے۔ اور یہ حضرت ہاجرہ (حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ) کے دوڑنے کی یادگار بھی ہے۔ (الکافی)

★ غرض، حج، عباداتِ اسلامی کا رکن، دنیائے اسلام کی سالانہ بین الاقوامی کانفرنس ہے۔ قیامت کے منظر کی یاد اور محبتِ الٰہی میں جذبۂ قربانی کے اُبھارنے یعنی توجّہ دلانے کا بہترین طریقہ ہے۔ مناسک، حج کی علامتوں کو کہتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ (۱۵۹)	جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن
اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی	تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں،
مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ	جبکہ ہم اُنھیں سب انسانوں کے لیے
فِی الْکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ	اپنی کتاب میں صاف صاف بیان
اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ (۱۵۹)	تک کرچکے ہیں، تو یہی لوگ وہ ہیں جن پر

اللہ بھی لعنت کرتا ہے، اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ۔ (۱۵۹)

آیت ۱۵۹ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ حق کے چھپانے والے بھی خدا کی لعنت کے مستحق ہیں تو حق بات کی مخالفت کرنے والے ظالم کسقدر خدا کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ قرآن مجید میں صرف دو ہی ایسے عمل بتائے گئے ہیں جو عمل خدا بھی اپنے بندوں کے ساتھ انجام دیتا ہے (یا) بندے اللہ کے ساتھ ان دو اعمال میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک درود، جس کیلئے خدا نے ارشاد فرمایا: "یقیناً اللہ اور اُس کے ملائکہ نبیؐ پر درود پڑھتے ہیں، اے صاحبانِ ایمان! تم بھی اُن پر درود بھیجو اور اُن کی عظمت کو تسلیم کرو جیسا کہ اس کو تسلیم کرنے کا حق ہے۔" (سورۂ ۳۳ احزاب آیت ۵۶)

اور دوسرا عمل لعنت بھیجنے کا عمل ہے۔ غرض، بہت بلند ہیں وہ لوگ جو مستحقینِ دُرود پر دُرود اور سلام بھیجتے ہیں اور مستحقینِ لعنت پر لعنت ملامت کرتے ہیں۔

نوٹ: یاد رہے کہ لعنت بھیجنا گالی گلوچ کے مترادف نہیں۔ ایسا ہوتا تو ایسے گھٹیا عمل کو خدا خود انجام نہ دیتا۔ لعنت بھیجنے کے معنی خدا کی نسبت سے تو یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو اپنی رحمت سے

(باقی صفحہ ۹۶ پر)

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا (۱۶۰)	البتہ جن لوگوں نے (ایسے کام سے)
وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ	توبہ کرلی اور اپنے آپ کو درست کرلیا،
عَلَیۡہِمۡ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ	اور پھر وہ (حق بات) جس کو چھپاتے
الرَّحِیۡمُ ○ (۱۶۰)	تھے اُسے ظاہر بھی کردیا، تو یہ وہ لوگ

ہیں جن کی توبہ کو میں قبول کروں گا اور میں تو بڑا توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہوں ۔

(بقیہ آیت ۱۵۹ : از صفحہ ۹۵) ۔ دُور کردیتا ہے۔ اور ہمارے حوالے سے لعنت بھیجنے کے معنی، ایسی بددعا کرنے کے ہیں کہ جس میں قابلِ لعنت لوگوں کو خدا کی رحمت سے دور رکھنے کی بدُعا کی جائے ۔ (القرآن المبین)

★ حضرت علی علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا کہ انبیاء اور آئمہ اہلِ بیتؑ کے بعد سب سے افضل کون لوگ ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا: علماء، بشرطیکہ صالح اور گناہ سے بچنے والے ہوں پھر پوچھا گیا کہ بدترین مخلوق کون ہیں ؟ آپؑ نے فرمایا: علماء جبکہ وہ بدکار ہوں، باطل کو ظاہر کرنے والے اور حق کو چھپانے والے ہوں ۔ (احتجاج طبرسی)

★ حضرت رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "جس شخص سے کوئی علم کے متعلق سوال کرے اور وہ اُسے جان بوجھ کر چھپائے تو قیامت کے دن جہنّم کی آگ کی لگام اُس کے منہ پر چڑھائی جائے گی۔ جس وقت میری اُمّت میں بدعتیں ظاہر ہوں تو علماء پر حقیقت کا اظہار لازم ہوگا۔ اور جو ایسا نہ کریں گے اُن پر خدا کی لعنت ہوگی ۔ (تفسیر صافی صہ ۵۱)

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا (۱۶۱) وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۙ (۱۶۱)	البتہ جنھوں نے کفر وانکارِ حق ہی کا طریقہ اختیار کیا اور اُسی کفر کی حالت میں جان دے دی ، اُن پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے

آیت ۱۶۱ : اللہ کی لعنت سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خدا ملعون بندوں کو دنیا میں اپنی رحمت ، اپنے فضل وکرم اور اپنی توفیقات سے محروم اور دور کردیتا ہے ، اور آخرت میں اپنی سزا کے حوالے کردیتا ہے ۔ (روح - راغب)

★ اور مخلوق کا لعنت کرنا یہ ہے کہ وہ خدا سے دعاء کرتے ہیں کہ اُن لوگوں کو خدا اپنی رحمت ، اپنے فضل وکرم سے دور رکھے اور اپنی سزا کا مزا چکھائے ۔ (روح - راغب)

★ لعنت کا لفظ اور لعنت کرنے کی سنّت پرانے صحیفوں سے چلی آرہی ہے ۔ توراۃ میں استثناء ۱۱ ، ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ اور انجیل میں یوحنا ۷ : ۴۹ ۔

★ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ عالمِ دین پر تبلیغِ حق اور اپنے علم کا بیان کرنا واجب ہے خاص طور پر اُس وقت جب لوگ گمراہ ہو رہے ہوں ۔ (ابنِ عربی)

www.drhasanrizvi.org

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ (۱۶۲) عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ ۱۶۲

اسی (لعنت کی زد) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ اُن کی سزا میں کوئی کمی کی جائے گی اور نہ ہی اُنھیں پھر (کوئی) مُہلت ہی دی جائے گی۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ (۱۶۳) لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ ع

اور (غرض یہ کہ) تمہارا معبود بس ایک ہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی سب پر رحم کرنے والا، بڑا ہی مہربان ہے۔

آیت ۱۶۲ : محققین نے لکھا کہ جن گناہوں میں صرف حقوقِ خدا کی خلاف ورزی ہوتی ہے اُن کی قضا اور توبہ استغفار کافی ہے کیونکہ اُن کا تعلق خدا کی صفت رحمانیت اور رحیمیت سے ہے، لیکن جن گناہوں سے انسانوں کی حق تلفی ہوتی ہے مثلاً چوری، رشوت، جھوٹ، غیبت، تہمت، غصب، قتل، فساد، زنا بدامنی، سود خوری، غلط عقیدوں کا پھیلانا، اُن کے لیے تدارک نیز معافی اور استغفار سب درکار ہوتے ہیں اس لیے کہ اُن گناہوں کا تعلق خدا کی صفت عدل سے ہوتا ہے۔

آیت ۱۶۳ : خدا نے خود کو رحمٰن و رحیم کہکر گمراہ قوموں کے اس عقیدے کو باطل کر دیا کہ قانونِ مکافاتِ عمل جسکو "کرم" کہتے ہیں ہر صورت میں اپنا عمل کر کے رہتا ہے اور کوئی قوت اُس پر غالب نہیں آسکتی۔ اور صفت عدل کو بیان کر کے خدا نے واضح کر دیا کہ مسیحی جو یہ سمجھتے ہیں کہ معافی دلوانے کیلئے کفارہ اور کفارہ دینے والا ضروری ہے، یہ تصور غلط ہے۔

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ (۱۶۴)
الْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ
النَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي
فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ
وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ
مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا
مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ
الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ
بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ○ ۱۶۴

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش
میں رات اور دن کے مسلسل آنے
جانے میں، اُن کشتیوں میں جو
انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی
چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں
چلتی پھرتی ہیں، (بارش کے) اُس
پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے
برسایا، اور پھر اُس کے ذریعے سے
زمین کو بے جان ہو جانے کے بعد
زندگی بخشی، اور پھر زمین میں ہر قسم کے
چلنے پھرنے والوں کو پھیلا دیا (نیز)
ہواؤں کے ہیر پھیر اور گردش میں، اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابعِ فرمان بنا کر
رکھے گئے ہیں (خدا کی وحدانیت کی واضح طور پہ بے شمار) نشانیاں ہیں — (۱۶۴)

آیت ۱۶۴

★ ان سارے مظاہرِ فطرت کا تسلسل، جاری و ساری رہنا، مسلسل عمل اور استمرار اُن کی ہم آہنگی اور یک رنگی، اُن کی باقاعدگی اور نظم و ضبط، ہر عقلِ سلیم کو یہ ماننے پر مجبور کر دیتا ہے کہ اس کے پیچھے ایک ذی اختیار، فعّال ہاتھ کام کر رہا ہے۔ جب ایک معمولی سی گھڑی

(باقی صفحۂ آئندہ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ آیت ۱۶۴ ھ ۹۹ سے)

بغیر کسی ماہرِ فن صنّاع اور گھڑی ساز کے نہیں بن سکتی تو یہ پوری کائنات بغیر کسی صنّاع کے کیسے بن گئی اور باقاعدگی سے کام کر رہی ہے یہ سب چیزیں مخلوق ہیں معبود نہیں ۔ خدا نے ایک لفظ خلق سے بتا دیا کہ یہ تمام عظیم چیزیں ایک معمولی ذرّے کی طرح مخلوق اور عاجز ہیں جن کا کوئی خالق اور چلانے والا موجود ہے' اس لیے کہ آخر چاند سورج ، ستاروں ، سیاروں کے درمیان فاصلے کا ایک خاص تناسب کس نے قائم کر رکھا ہے ؟ اُن کی رفتار کی ایک خاص شرح کس نے معیّن کی ہے ؟ آفتاب سے ایک خاص مقدار میں روشنی اور گرمی کون پہنچا رہا ہے ؟ چاند سے روشنی اور خُنکی ایک متعیّن حساب کے مطابق کون لائے جا رہا ہے ؟ خلا کی یہ وضع' ساخت' ترکیب' ہیئت کس نے بنائی ہے ؟ گنتی و شمار سے باہر یہ ثوابت و سیاروں میں سکون و حرکت کا نظام کون قائم رکھے ہوئے ہے ؟ ستاروں کی روشنی اور ان کے طلوع و غروب کی یہ باقاعدگی کس کے حکم سے قائم ہے ؟ نظامِ فلکی کے یہ بے شمار اجزاء اور اُن کے عناصر میں یہ ترتیب اور باہمی تناسب کس کی حکمت و قدرت کے دم سے قائم ہے ؟ رات اور دن کس طرح ایک برتر قانون کے اندر جکڑے نظر آ رہے ہیں ؟ گرمی' سردی' برسات کا مناسب اوقات میں وقفے وقفے سے بار بار آنے جانے کا بندوبست کون کر رہا ہے ؟ مختلف ملکوں میں طلوع و غروب کے اوقات کس طرح کس نے باندھ رکھے ہیں ؟ یہ بحرِ زخّار جو خشکی سے چار گنا بڑا ہے کس طرح انسان کے قبضۂ قدرت میں آ گیا ہے ؟ آخر کس طرح لکڑی اور لوہے کے ٹکڑوں کو جوڑ جوڑ کر' اُن میں لوہے کی کیلیں ٹھونک ٹھانک کر انسان سمندر کے لمبے چوڑے فاصلے طے کر لیتا ہے ؟ سمندروں کو مدّ و جذر کے قانون سے کس نے باندھ رکھا ہے ؟ کون سمندروں کو اپنی

www.drhasanrizvi.org

بے پناہ غضبناک تندی کے باوجود ایک خاص رقبے کے حدود سے آگے نہیں بڑھنے دیتا؟ کون ہے جو خاص موسموں میں ایسے فضائی تغیّرات پیدا کرتا ہے کہ سمندروں کے بخارات خاص گرمی پاکر ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں اور ایک خاص فاصلے پر اوپر جاکر، خاص درجے کی سردی پاتے ہی منجمد ہو کر بادل کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔ پھر ایسے بھاری بوجھل بادلوں کو ہوا سنبھالے ایسے علاقوں میں لے جاتی ہے جہاں اُن کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بندھی ہوئی تعداد میں ایک متعیّن مدّت کے اندر وہ برس پڑتے ہیں، جس سے خشک زمین میں جان پڑجاتی ہے۔ یہ سارے تغیّرات، انتظامات، بندوبست کسی حکیم کی حکمت، کسی آمر کی حکومت، کسی قادر کی قدرت کی کھلی شہادت نہیں دیتے؟ پھر حیاتِ نباتی اور حیاتِ حیوانی کو دیکھیے۔ کتنے کتنے عجائب وغرائب کے مجموعے میں ہر زندہ جسم، بے شمار ذرّوں اور خلیوں کا مجموعہ ہے، اُن کی ایک مخصوص ترتیب اور متعیّن ترکیب ہے۔ ایک خاص درجے کی حرارت ہے جس پر زندگی قائم ہے پھر اُن میں نظامِ ہضم، نظامِ اعصاب، نظامِ تناسل اور اُس کے اپنے باریک قاعدے ضابطے کس کی حکمت مشیّت، قدرت اور عظمت کا پتہ دے رہے ہیں؟ اگر ان سوالوں ہی پر غور کرلے تو انسان کے دل میں خدا اور توحید کا نقش پوری طرح بیٹھ جائے (ماجدی) غرض اِس آیت میں مصنوعات سے صانع پر استدلال کیا گیا ہے اور یہی اصل ہے مراقبۂ صوفیاء اور عرفاء کی۔ (تھانوی)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ علومِ کائنات کا مطالعہ عبادت ہے۔ کیونکہ اس آیت میں تمام علومِ کائنات کی طرف اشارہ موجود ہے۔ مثلاً آسمانوں کے پیدا کرنے سے علم الافلاک کی طرف اشارہ ہے۔ اِس میں علمِ ہیئت اور علمِ نجوم بھی شامل ہیں۔۔۔۔ (باقی صفحہ ۱۰۲ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ (۱۶۵)
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا
يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ
اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ
اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝ (۱۶۵)

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے
سوا دوسروں کو اُس کا ہمسر (برابر)
اور مدِ مقابل قرار دیتے ہیں اور ان سے
اس طرح (ٹوٹ کر) محبت کرتے ہیں
جیسی محبت اللہ کے ساتھ کرنی چاہیے
مگر جو ایماندار لوگ ہیں وہ تو سب سے
زیادہ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں
کاش یہ ظالم، جو کچھ عذاب کے دیکھ
لینے کے بعد سمجھنے والے ہیں (اُس کو آج ہی) سمجھ لیتے کہ ساری طاقتیں صرف اللہ
ہی کے لیے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ (۱۶۵)

(بقیہ از صفحہ ۱۰۱) ۔ زمین کی پیدائش سے جیولوجی اور جیوگرافی یا علم طبقات الارض کی طرف اشارہ ہے
رات دن کے آنے جانے سے فزیکل جیوگرافی اور کشتی کے ذکر سے علم جہاز رانی اور سمندر کے ذکر سے علم البحر اور
ہر چیز کو پھیلانے سے چاند، مریخ، مشتری اور سیاروں میں جاندار آبادی کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ بادلوں سے
علم موسمیات اور ان سارے علوم سے اعلیٰ علم توحید کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے۔ (القرآن المبین)

آیت ۱۶۵ : عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ غیر اللہ سے محبت کرنا ممنوع نہیں۔ ماں باپ، بھائی بہنوں
اولاد سے محبت تو فطری حقیقت ہے، یہ محبت سنّت بھی ہے اور واجب بھی۔۔۔ (باقی صفحہ ۱۰۳ پر)

www.drhasanrizvi.org

اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا الۡعَذَابَ وَتَقَطَّعَتۡ بِهِمُ الۡاَسۡبَابُ ۝١٦٦

(۱۶۶) جب وہ اُن کو سزا دے گا تو (اُن کے لیڈر) جن کی (دنیا میں) پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروکاروں سے لاتعلقی ظاہر کرتے ہوں گے، جبکہ خدا کا عذاب اُن کی آنکھوں کے بالکل سامنے ہوگا، اور اُن کے سارے اسباب و وسائل تمام تعلقات رشتے ناتے بالکل کٹ چکے ہوں گے۔ ——— (۱۶۶)

(بقیہ آیت ۱۶۵ از صفحہ ۱۰۲) ۔ ائمۂ شریعت و طریقت سے محبت رکھنا مستحب بلکہ واجب ہے البتہ جو محبت حرام ہے، وہ محبوب کو درجۂ ربوبیت و الوہیت تک جا پہنچانے والی محبت ہے (ماجدی)

★ امام محمد باقرؑ نے اِس آیت کے پہلے الفاظ وَمِنَ النَّاسِ... کی تفسیر میں فرمایا: بخدا اس سے مراد فلاں فلاں کے دوست ہیں جنھوں نے اُن کو امام تسلیم کیا اور اُس امام کو چھوڑ دیا جس کو خدا نے عہدۂ امامت عطا فرمایا تھا پھر آپؑ نے اس آیتِ مجیدہ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا اے جابر! بخدا اس سے مراد ظالم امام اور اُن کے پیروکار ہیں (برہان)

آیت ۱۶۶: مفسرین نے نتیجہ نکالا کہ خود ساختہ پیشواؤں کی جو بُری حالت قیامت میں ہوگی اُس کا حال یہاں بیان کیا گیا ہے۔ جن کی اطاعت کا خدا نے تو حکم ہی نہ دیا تھا وہ جبراً یا کسی چالاکی و مکاری سے حاکم بنے اور احمقوں نے اُن کی حکومت کو مانا۔ روزِ قیامت وہی حکامِ جور اپنے ہی ماننے والوں پر تبرّا کریں گے اور اُن کے ماننے والوں کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل جائے گی کہ واہ :

"کھا کر جو تیر دیکھا کمیں گاہ کی طرف، تو اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی" ..... (باقی صفحہ ۱۰۴ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ ۱۶۷

(۱۶۷) اور وہ لوگ جنھوں نے (دُنیا میں اُن لیڈروں کی) پیروی کی تھی کہتے ہوں گے کہ کاش ہمیں بھی صرف ایک دفعہ (دنیا میں) واپسی کا موقع مل جاتا، تو ہم بھی اُن سے اسی طرح بیزار ہو کر الگ ہو جاتے جسطرح (آج) یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر کے الگ ہو گئے۔ یوں اللہ اُن لوگوں کے بُرے کاموں کو حسرتوں اور پشیمانیوں کی شکل میں دکھائے گا، مگر وہ آگ سے نکلنے ہی نہ پائیں گے۔ (۱۶۷)

(بقیہ از صفحہ ۱۰۳، آیت ۱۶۶) حضرت امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے، کہ بروزِ محشر حق سبحانہٗ کی جانب سے ندا آئے گی: اَيْنَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ (کہاں ہے وہ جس کو اللہ نے اپنی زمین پر عہدۂ خلیفہ خدا عطا کیا تھا) پس حضرت امیرالمومنینؑ کھڑے ہوں گے۔ پھر ندا آئے گی اے گروہِ مخلوق! یہ علیؑ بن ابی طالبؑ زمین پر اللہ کا خلیفہ اور بندوں پر خدا کی حجّت موجود ہے پس جس نے دنیا میں ان سے تمسک پکڑا تھا وہ اب بھی ان کے دامن سے وابستہ ہو جائے اور انکی نورانیت سے فیضیاب ہو کر جنّت کے بلند درجات کی طرف ان کے پیچھے چلا جائے۔ پس وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں ان کا دامن پکڑا ہو گا وہ اُن کے پیچھے جنّت کی طرف چلیں گے۔ اس کے بعد ندا آئے گی کہ دنیا میں جس نے جس امام کی پیروی کی تھی وہ اُس کے پیچھے ہو جائے جہاں اُس کا امام جائے گا اس کو بھی وہاں جانا پڑے گا۔ پس اُس وقت لوگ اپنے اپنے اماموں سے بیزار ہوں گے اور کہیں گے: کاش! ہمیں ایک دفعہ دنیا کی طرف پلٹنے کی اجازت ہوتی تو ہرگز ان کے پیچھے نہ چلتے۔ اِن آیات میں خداوند کریم اُنھیں لوگوں کا تذکرہ فرما رہا ہے کہ محشر میں یہ سماں ہو گا۔ (بُرہان)

www.drhasanrizvi.org

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝١٦٨

(۱۶۸) اے انسانو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں اُنھیں کھاؤ[۱] اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ بیشک وہ تمھارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝١٦٩

(۱۶۹) بیشک وہ تو تمھیں صرف برائی اور بدکاری کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی (چاہتا ہے) کہ تم اللہ پر ایسی ایسی باتیں گھڑو جن کا تمھیں علم ہی نہیں ہے[۲] (کہ وہ باتیں اللہ نے فرمائی ہیں)

آیت ۱۶۸ : [۱] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ صحابیٔ رسولؐ سعد ابن ابی وقاص نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ مجھے کوئی طریقہ ایسا بتا دیں کہ میری ہر دعا قبول ہو جایا کرے۔ رسولِ خدا نے جواب میں ارشاد فرمایا "لقمۂ حلال کے سوا کچھ نہ کھاؤ، خود بہ خود ہر دعا قبول ہو گی"۔ یہ ہے اسلام میں اکلِ حلال کی اہمیت۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

آیت ۱۶۹ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ بغیر علم کچھ کہنے کو خدا نے شیطان کی تقلید سے تعبیر کیا ہے۔

[۲] ★ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے، کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "دو باتوں سے بچو۔ ایک یہ کہ کبھی اپنی رائے سے فتویٰ نہ دو۔ دوسرے یہ کہ جس بات کو نہیں جانتے ہو اُس کو دین نہ قرار دو۔" امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ "تمھارا فرض ہے کہ جس بات کو جانتے ہو اُسے کہو اور جو نہ جانتے ہو اُس سے زبان کو بند رکھو۔" (الکافی، تفسیر صافی صـ۵۲)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○

(۱۷۰) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے اُتارا ہے اُس کی پیروی کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ "نہیں"، بلکہ ہم تو اُسی (طریقے) کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا۔ کیا چاہے اُن کے باپ داداؤں نے نہ تو کچھ عقل سے کام لیا ہو اور نہ ہی وہ سیدھے راستے پر رہے ہوں۔

آیت ۱۷۰: بعض کم نظر اُلٹا اِسی آیت سے فقہاء کی تقلید کا عدمِ جواز ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی مریض سے یہ کہا جائے کہ تم نے یہ کیا حماقت کی کہ ایک اناڑی نیم حکیم ڈاکٹر کا علاج شروع کردیا، تو اِس جملے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ علاج کروانا ہی بُری بات ہے اس میں اناڑی ڈاکٹر، نیم حکیم سے علاج کروانے کی مذمّت نکل رہی ہے۔ مطلق علاج کرانے کی مذمّت نہیں کی جارہی ہے۔ بلکہ اِس جملے نے تو نفسِ علاج کی اہمیّت کو اور بڑھا دیا ہے۔ یعنی علاج تو ضرور کراؤ لیکن مستند ڈاکٹر یا حکیم سے۔

★ مزید براں اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں باپ دادا، خدا و رسولؐ کے خلاف چلنے کا حکم دیں تو اولاد پر اُس معاملے میں باپ دادا (یا کسی اور شخص) کی اطاعت واجب نہیں، بلکہ حرام ہے۔ (تفسیر انوار النجف ص ۲۰۸)

www.drhasanrizvi.org

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ١٧١

(۱۷۱) غرض جن لوگوں نے (ہدایاتِ خدا سے) انکار کردیا، اُن کی مثال اُس (چرواہے) کی طرح ہے جو (جانوروں کو) چیخ پکار تو مچاتا ہے مگر وہ (خود بھی) چیخ پکار کی آواز کے سوا کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ یہ (ایسے) بہرے، گونگے، اندھے ہیں کہ کچھ عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ (یعنی ایسے ضدّی جاہل منکرینِ حق کی ہدایت کی کوشش ایسی ہی ہے جیسے کوئی جانوروں کو پکارے، جو صرف پکار کی آواز کو تو سنیں، مگر اُس کے معنی تک نہ سمجھ سکیں۔ وہی حال ایسے منکرینِ حق کا ہے ---- (۱۷۱)

آیت ۱۷۱ : کافر کیونکہ حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اس لئے انکو جانور کہا گیا ہے۔ ورنہ حقیقتاً وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ اِس لیئے کہ جانور حقیقتوں کو سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے، مگر حق کے منکر اگرچہ سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں، مگر اُس کو استعمال نہیں کرتے۔ اِس لیے عملاً وہ جانور ہیں، بلکہ اُن سے بدتر ہیں، اِس لیے اُن کو اندھے، بہرے، گونگے بھی کہا گیا کہ وہ اپنی آنکھیں، کان، زبان کو حق کی طرف سے بند کیے رہتے ہیں۔ (القرآن المبین) ☼۔ بہرے اس لئے کہا کہ آوازِ حق نہیں سنتے۔ گونگے اس لیے کہا کہ حق کے اقرار کرنے سے زبان گونگی ہے۔ اندھا اس لیئے کہا کہ خود اپنے نفع اور نقصان کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ (ابن جریر، ابن قتادہ)

★ توریت میں بھی ایک ایسی ہی آیت ہے۔" وہ نہیں جانتے اور نہیں سمجھتے (کیا) اُنکی آنکھیں لیپی گئیں۔ سو وہ دیکھتے نہیں اور اُن کے دل بھی سو وہ سمجھتے نہیں۔" (یسعیاہ ۴۴ : ۱۸)

www.drhasanrizvi.org

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا (۱۷۲) اے ایمان لانے والو! پاک صاف
مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ستھری چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے
وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تم کو دی ہیں اور اللہ کا شکر ادا
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۝۱۷۲ کرو، اگر تم اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔
إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (۱۷۳) اُس نے تم پر بس مُردار، خون، سور
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ کا گوشت، اور وہ کہ جسے اللہ کے سوا
وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو،
فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا حرام کیا ہے۔ ہاں جو شخص مجبوری کے
عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ عالم میں ہو (اور وہ اُن میں کوئی چیز کھا
اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۱۷۳ لے)، بغیر اس کے کہ وہ (خدا سے)

بغاوت کرنے والا ہو، اور نہ ضرورت کی حد سے آگے ہی بڑھنے والا ہو، تو اُس پر کوئی
گناہ نہیں ہے (کیونکہ) اللہ تو یقیناً بخشنے والا، بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔ (۱۷۳)

آیت ۱۷۲: محققین نے لکھا کہ خداوندِ عالم کا یہ خاص فضل و کرم ہے اور یہ اُس کی حکمت کاملہ کا عظیم نمونہ ہے کہ اُس نے پاک صاف، مفید چیزیں پیدا کیں اور اُن کو حلال قرار دیا۔ ان میں اور ہمارے جسم میں ایک تعلّق رکھا تاکہ وہ چیزیں ہمارے جسم کے خرچ شدہ اجزاء کو دوبارہ پیدا کر کے جسم کی کمی کو پورا کردیں اور جسم توانا و تندرست ہو کر کام کرنے کے لائق بن جائے۔

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ ۱۷۴

(۱۷۴) جو لوگ اُن باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے (اپنی) کتاب میں نازل کی ہیں اور اُس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں، یہ لوگ (دراصل) اپنے پیٹوں کو (جہنم کی) آگ سے بھر رہے ہیں۔ اور قیامت کے دن اللہ اُن سے بات تک نہیں کرے گا، اور نہ اُن کو پاک کرے گا۔ اُن کیلئے تو بڑی دردناک سزا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝ ۱۷۵

(۱۷۵) یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا اور بخشش کے بدلے عذاب (خدا) کو مول لیا۔ کتنی عجیب ہے اُنکی ہمّت کہ یہ جہنم کی آگ کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں۔

آیت ۱۷۴: نفعِ دنیا کتنا بھی زیادہ ہو، نفعِ آخرت کے مقابلے میں بہرحال قلیل ہوگا۔ اور ایسا نفع جو خدا کی ناراضگی کے ساتھ ملے، کتنا زیادہ کیوں نہ ہو، بہرحال بہت ہی کم ہے اس لیے کہ اُس کا نقصان کہیں زیادہ ہے؛ (جس کا تصوّر بھی محال ہے)

www.drhasanrizvi.org

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ
شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ۧ (۱۷۶)

(۱۷۶) یہ سب کچھ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ نے تو حق کے مطابق ہی کتاب اُتاری تھی، مگر جن لوگوں نے اِس کتاب میں اختلافات پیدا کیے وہ لوگ حقیقت میں حق سے بہت ہی دور نکل گئے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى
الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ
وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ

(۱۷۷) نیکی (کی حقیقت) یہ نہیں ہے کہ تم (نماز میں) اپنے چہروں کو مشرق کی طرف پھیر لیتے ہو یا مغرب کی طرف، (یعنی دین کی حقیقت ظاہری رسموں یا اعمال کو بجالانا ہی نہیں ہے) بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ انسان اللہ کو، آخرت کے دن کو، ملائکہ اور خدا کی نازل کی ہوئی کتاب اور اُس کے پیغمبروں کو دل سے مانے، اور اللہ کی محبت میں اپنے دل پسند مال کو رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور (غلاموں، مقروضوں، مشکل میں گرفتاروں کی) گردنیں چھڑانے پر خرچ کرے، نیز نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ کو ادا کرے اور نیک لوگ وہ ہیں

www.drhasanrizvi.org

وَالضَّرَّآءِ وَحِينَ الْبَاْسِ ؕ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ ۱۷۷

کہ جب عہد کرلیں تو اُسے پورا کریں، تنگی تُرشی فقر و فاقے اور مصیبت میں، اور حق اور باطل کی جنگ میں، صبر سے کام لیں۔ یہی وہ ہیں جو (قول و عمل کے) سچّے ہیں اور یہی متقی پرہیزگار (یعنی) فرائضِ الٰہی کے ادا کرنے والے اور خدا کی ناراضگی سے بچنے والے ہیں۔

آیت ۱۷۷ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ :-

(۱) اصل میں قبلہ کس سمت میں ہو اُس کا تعلق خدا کی مرضی سے ہے۔ (۲) اللہ نے نیکی کو ایمان کے علاوہ کن چیزوں پر منحصر کیا ہے، اُس کی تفصیل اِس آیت میں موجود ہے۔ (۳) خاص طور پر حقوق العباد کی رعایت رکھی گئی ہے۔ (۴) اِس آیت میں متقین کی علامات بیان کی گئی ہیں جو عملی ہیں اور انسانی قدروں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ (۵) عمل کی جان اور روح محبّتِ الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔

(۶) کوئی سمت لائقِ پرستش نہیں۔ صرف حکمِ خدا قابلِ اطاعت ہے۔

★ مکاتبت، ایک معاملہ ہے جو غلام اور آقا کے درمیان قرار پاتا ہے کہ اگر غلام اس قدر رقم ادا کردے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ اگر غلام کُل رقم نہ ادا کرسکے اور کچھ ادا کرچکا ہو تو کیا کیا جائے؟ فرمایا: "تم صدقات کے مال میں سے اسکو دو اور بقیہ رقم ادا کرکے اُسکو آزاد کراؤ"۔ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (التہذیب)

(باقی صـ ۱۱۲ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفہ ۱۱۱) ملائکہ یا فرشتوں کو ماننے کے معنی اُن نورانی مجرّد مخلوقات کو ماننا ہے جو خدا کے قاصد، خادم، نوکر، کارندے ہیں جو خدا کے حکم کے عین مطابق کائنات کے نظام کو چلانے کا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ کوئی خود مستقل قوّت، فاعل، عامل، مالک نہیں، نہ ان سے دعا، مانگی جا سکتی ہے۔ یہ نہ تو دیوتا ہیں اور نہ دیویاں۔ صرف خدا کے خادم اور ادنیٰ کارکن ہیں۔ خدا کی کتاب کے ماننے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کو خدا کی وحی سمجھا جائے جس میں شک، شبہ یا غلطی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ نبیّوں پر عقیدے کے معنی یہ ہیں کہ یہ مانا جائے کہ خدا نے اپنے خاص بندوں کو اپنا پیغام لانے والا بنایا ہے۔ نہ تو خدا اُن میں داخل ہوا ہے اور نہ خدا مجسّم ہو کر اُن کی شکل میں آیا ہے۔ نبیّین کو خدا کی طرف سے خبریں سنانے والے کہہ کر خدا نے تردید کر دی اوتار پرستی کی، فرشتہ پرستی کی، اور تجسّم کی۔ اوتار کے مقابلے میں پیغمبر کہہ کر ہر قسم کے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ مال اصل مطلوب نہیں۔ مقصود و مطلوب صرف وہ مال ہے جو اللہ کی راہ میں، اللہ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے، اللہ کے دین یا مخلوق کی خدمت کیلئے صرف کیا جائے، یا فرائضِ الٰہیہ میں خرچ کیا جائے۔ ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ سال کی بچت میں سے اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے یعنی مال کی اُس کو ضرورت ہو، اُس کی خواہشات زندہ ہوں، اپنی ذات اور مرغوبات پر خرچ کرنا چاہتا ہو، لیکن حکمِ خدا کے سامنے اپنی گردن جھکا دے، اپنی خواہشوں کو دبا دے، اپنے ذوق و شوق کو حکمِ خدا پر قربان

(جاری ہے صفہ ۱۱۳ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

Suraiyia

کردے۔ وہاں خرچ کرے جہاں خدا کی شریعت بتاتی ہے۔ 22-9-2001

دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ سب سے پہلا حق رشتے داروں کا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ایک بھائی عیش کر رہا ہے اور دوسرے بھائی کے بچّے روٹیوں، تن پوشی، اور تعلیم کو ترس رہے ہیں۔ اس کے بعد محلّہ اور بستی کے یتیم بچّوں کا نمبر ہے جن کا کوئی والی و وارث نہ ہو۔ اس کے بعد کا درجہ اُمّت کے عام مفلسوں، محتاجوں، مسافروں، راہ گیروں کا ہے۔ آخر میں اہلِ حاجت اور سوالی ہیں۔ اس انتظام پر ساری اُمّت باقاعدگی سے عمل کرنے لگے تو اُمّت میں کہیں مفلسی یا بے روزگاری کا وجود باقی نہ رہے۔

تیسرا نتیجہ یہ نکالا کہ عبادات کی بڑی تقسیم عباداتِ بدنی اور عباداتِ مالی ہیں۔ خدا نے نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کرکے دونوں قسموں کو بیان کر دیا۔ (ماجدی)

★ عبادات و عقائد کے بعد اب ذکر اخلاق کا شروع ہوا۔ یعنی عہد کو پورا کرنے والے۔ یہ فقرہ ہر قسم معاہدات کا جامع ہے۔ چاہے وہ معاہدہ بندے کا خدا سے ہو، یا بندے کا بندے سے ہو۔ (قرطبی)

★ " بَاْسَاءِ " مصیبت، تنگدستی، اور " بَاْس " جنگ کو کہتے ہیں۔ یعنی دشمن کے مقابلے کے وقت صبر کرنا۔ (بیضاوی)

★ اور " ضَرَّاء " بیماری کی تکلیفوں یا ہر جسمانی آزار کو کہتے ہیں۔

(قرطبی، بیضاوی، الازہری)

★ سیرت اور مردانگی کی چمک دکھانے کے یہی تینؔ خاص مواقع ہوتے ہیں۔ اسی لئے

www.drhasanrizvi.org

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ (۱۷۸)

اے ایماندارو! تمھارے لیے قتل کیے جانے والوں کے قِصاص (خون کا بدلہ خون) کا حکم لکھ دیا گیا ہے (کہ) آزاد آدمی نے قتل کیا تو اُس آزاد قاتل ہی کو قتل کیا جائے، غلام نے قتل کیا ہو تو اُسی غلام قاتل کو قتل کیا جائے، عورت نے قتل کیا ہو تو اُس قاتل عورت ہی کو قتل کیا جائے، ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اُس (مقتول) کا بھائی کچھ نرمی کرنے پر تیار ہو تو اچھے طریقے اور خوش معاملگی کے ساتھ خون بہا (خون کی قیمت) کی ادائیگی ہونی چاہیئے۔ یہ تمھارے پالنے والے کی طرف سے ایک سہولت اور مہربانی ہے اس کے بعد بھی جو زیادتی کرے، اُس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۱۷۸)

(بقیہ از صفحہ ۱۱۳) محققین نے لکھا کہ جس شخص نے اس آیت پر عمل کر لیا اُس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔ (قرطبی)

★ عرفاء اور صوفیاء نے لکھا کہ یہ آیت اصل و مدار ہے شریعت و طریقت کی۔ اس لیے کہ آیت سے ثابت ہو گیا کہ مومن کیلئے فقط باطنی اعتقاد رکھنا کافی نہیں اور نہ فقط ظاہری عمل کافی ہے، بلکہ دل میں ایمان ہونا بھی لازمی ہے اور خدا کے احکامات کی ظاہری اطاعت بھی ضروری ہے۔ (جاری ہے اگلے صفحے پر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝١٧٩

(۱۷۹) اور اے صاحبانِ عقل! تمہارے لیے قصاص (جان کے بدلے جان والے قانون ہی میں سراسر) زندگی ہے (کیونکہ) اُمید ہے کہ (اس سے تم خوں ریزی سے) بچے رہو گے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَاۨ ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝١٨٠

(۱۸۰) تم پر فرض کردیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور اگر وہ کچھ مال بھی چھوڑ رہا ہو، تو اپنے ماں باپ اور بہت قریبی رشتے داروں کیلئے مناسب وصیت کرے۔ یہ (کام) پرہیزگاروں اور فرض شناسوں کی لازمی ذمے داری ہے۔

(اس آیت ۱۸۰ کی وضاحت صفحہ ۱۱۶ پر دیکھیے)

(بقیہ از صفحہ ۱۱۴) مشہور پادری وہیری (Wherry) جنہوں نے اپنے بال اسلام دشمنی میں سفید کیے، لکھتے ہیں "یہ آیت ۱۷۸: قرآن مجید کی بلند ترین آیتوں میں سے ہے۔ ذاتِ خدا پر ایمان، نوعِ انسانی کے ساتھ حُسنِ سلوک کو اس میں مذہب کا اصل جوہر بتایا گیا ہے۔ اس میں لُبِّ لباب عقائد و اعمال کا آگیا۔"

آیت ۱۷۹: قانونِ قصاص عینِ عدل و مساوات کا قانون ہے۔ نظامِ اجتماعی میں قانون کی حفاظت کا ضامن ہے۔ جب اس قانون پر عمل ایک عرصے تک رہے گا اور اس کی روح اُمت میں سرایت کر جائے گی تو ساری قوم کا مزاج امن پسند ہو جائے گا۔ امن پسندی، باہمی صلح صفائی، خدمت و معاونت جزوِ زندگی بن جائے گی۔ اُمت صالحین کی جماعت اور اُمت عادلہ کہلانے کی مستحق بن جائے گی۔

www.drhasanrizvi.org

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ (۱۸۱)

(۱۸۱) تواب جو شخص بھی اِس (وصیت) کو سُننے کے بعد اُس کو بدل ڈالے، تو اس کا گناہ بھی اُن ہی ادل بدل کرنے والوں پر ہوگا، بلاشبہ اللہ ہر بات سُنتا (اور) خوب جانتا ہے۔

آیت ۱۸۰ از صفحہ ۱۱۵ :

اِسلام نے مرنے سے پہلے وصیت کرنے کو واجب قرار دیا ہے تاکہ مرنے کے بعد مرنے والے کے وارثوں میں دولت کی تقسیم پر خوں ریزی نہ ہو، اور مرنے والے کو اپنی دولت میں سے ایک تہائی حصّے تک کی وصیت کا حق دیا ہے کہ جس کو چاہے بطور وصیت دے سکتا ہے۔ اِسی طرح اگر بیٹا مرچکا ہے تو پوتوں کے لیے وصیت کرسکتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "جس شخص نے اپنی موت سے پہلے اپنے ایسے (غریب) رشتے داروں کے لیے جن کو کوئی ورثہ نہ پہنچے گا، کوئی وصیت نہ کی تو اُس نے اپنے اعمال کا خاتمہ نافرمانی پر کیا۔" (تفسیر عیاشی و تفسیر مجمع البیان)

آیت ۱۸۱ : حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "جسے کوئی مرنے والا کچھ دینے کی وصیت کرگیا ہو اُسے دو، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی۔" پھر آپؑ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔"

www.drhasanrizvi.org

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ۧ

(۱۸۲) البتہ جو شخص یہ خوف محسوس کرے کہ وصیّت کرنے والے نے جان بوجھ کر کسی کی حق تلفی کا گناہ کیا ہے، اور اس لیے وہ اصلاح کرتے ہوئے وارثوں کے درمیان سمجھوتہ کرادے، تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اللہ بڑا ہی بخشنے والا رحیم ہے۔

آیت ۱۸۲ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "جب کوئی وصیّت کر جائے تو وصی کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اس کی وصیّت میں کوئی تبدیلی کرے سوا اس صورت کے اگر وصیّت کرنے والے نے خدا کے حکم کے خلاف وصیّت کی ہو، اور اپنی وصیّت کے ذریعے سے کسی پر ظلم کیا ہو، یا اس وصیّت کے ذریعے سے وصیّت کرنے والے کو گناہ ہو۔ ایسی صورت میں وصی کو جائز ہے کہ وصیّت بدل دے۔ تاکہ تمام معاملہ حق ہو جائے اور ناحق کچھ نہ رہے۔ (تفسیر قمی)

★ "خَافَ" عربی میں فقط ڈرنے ہی کے معنی میں نہیں آتا بلکہ علم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ (تفسیر کبیر۔ روح)۔ (اختصاص)

★ اور "اِثْم" اُس گناہ کو کہتے ہیں جو جان بوجھ کر کیا جائے۔ (تفسیر کبیر از ابن عباس)

★ ہر مومن کو چاہیے کہ اپنی موت سے قبل اپنے مال میں سے کچھ بطور صدقہ جاریہ کے وصیّت کر جائے۔

www.drhasanrizvi.org

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ ۰ (۱۸۳) اے وہ لوگو ! جو ایمان لائے ہو،
عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ تم پر روزوں کو لکھ دیا گیا ہے (یعنی
عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں)
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (۱۸۳) جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض
کیے گئے تھے اس توقع پر کہ شاید تم برائیوں سے بچنے کی استعداد پیدا کر سکو۔ (۱۸۳)

آیت ۱۸۳ : جدید و قدیم اطبا، اور ماہرینِ اخلاق اس پر متفق ہیں کہ روزہ جسمانی، ذہنی اعصابی، اخلاقی بیماریوں کا بہترین علاج ہے جسمِ انسانی کے لیے بہترین مصلح ہے۔ ضبطِ نفس کی روح پیدا کرنے کی سالانہ مشق ہے۔ اس لیے ہر مذہب میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۹ صفحہ ۱۰۶ اور جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۲)

★ تقویٰ نفس کی ایک ایسی مستقل کیفیت کا نام ہے جس سے نفس برائی سے بچا رہتا ہے جیسے جسم کو اگر مضر غذاؤں سے بچائے رکھا جائے تو جسمانی صحت درست ہو جاتی ہے اور جسم مادی لذتوں سے لطف اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ خون صالح پیدا ہوتا رہتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر اخلاقی روحانی برائیوں سے بچا جائے گا تو انسان عالم آخرت کی لذتوں و نعمتوں سے لطف اٹھانے کے قابل ہو جائے گا۔

★ یہود کی "قاموس اعظم جیوش انسائیکلوپیڈیا" میں پرانے زمانے میں روزہ یا تو بطورِ علامتِ ماتم کے رکھا جاتا تھا اور یا جب کوئی خطرہ درپیش ہوتا تھا۔ یا پھر جب -- (باقی صفحہ ۱۱۹ پر)

www.drhasanrizvi.org

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن (۱۸۴) تو یہ گنتی کے کچھ مقرر دن ہی تو ہیں (پھر)
كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو جائے یا سفر پر ہو،
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ تو اُتنے ہی دن (کے روزے) کسی اور دنوں
وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ میں (پورے کرلے) اور جو لوگ اِن روزوں
طَعَامُ مِسْكِينٍ ۖ فَمَن کو بڑی ہی مشکل سے رکھ سکتے ہوں، تو وہ
تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ فدیہ دے دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین
وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ کو کھانا کھلانا ہے۔ اور جو شخص اپنی خوشی سے
إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ۱۸۴ (کچھ زیادہ) بھلائی کرے، تو یہ اُسی کے لیے

بہتر ہے۔ (لیکن) اگر تم روزے رکھو گے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اگر تم (اسکی حقیقت سے) واقف ہو جاؤ۔

(بقیہ صفحہ ۱۱۸) ۔ سالک اپنے اندر قبولِ الہام کی صلاحیت پیدا کرنا چاہتا تھا۔ (جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) جبکہ اسلام میں اس کا مقصد تقویٰ کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔ غرض اسلام میں روزہ نام ہے اپنے قصد و ارادے سے صبح صادق سے رات تک اپنی جائز اور طبعی خواہشوں کی تکمیل سے دستبرداری کا۔

آیت ۱۸۴ : حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا گیا کہ وہ حد کیا ہے جہاں تک پہنچ کر روزہ چھوڑ دینا چاہیے اور کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھنی چاہیے؟ امامؑ نے فرمایا: "خدا فرماتا ہے کہ "انسان اپنے نفس کی حالت سے خوب واقف ہے"۔ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ اُس میں روزہ رکھنے یا نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کی قوت ہے یا نہیں"۔ (کافی، التہذیب، الفقیہ)

ل آیت میں طاقۃ کا مادہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی "وہ لوگ جو بہت تکلیف سے روزہ رکھ سکیں"۔ مثلاً بوڑھے یا حاملہ عورتیں۔ (تفسیر کبیر) جنکو سخت مشقت برداشت کرنی پڑے۔ (روح۔ کشاف)

www.drhasanrizvi.org

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۱۸۵

(۱۸۵) ماہِ رمضان تو وہ (مہینہ) ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو تمام انسانوں کیلئے سراسر (ذریعہ) ہدایت ہے، اور ایسی واضح صحیح اور مدلل تعلیمات وہدایات پر مشتمل ہے کہ جو حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا اب تم میں سے جو شخص بھی اس مہینے کو پائے، تو وہ اس میں روزے رکھے۔ اور جو بیمار یا مسافر ہو تو وہ اُتنے ہی روزوں کی تعداد دوسرے دنوں میں پوری کرے۔ (غرض) اللہ تو تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، اور تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور یہ بھی (چاہتا ہے) کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرو، اور اس بات پر کہ خدا نے تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے، تم اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو تاکہ شاید تم اُس کے شکر گذار بن جاؤ۔ (۱۸۵)

آیت ۱۸۵ ؎۱: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "رسولِ خدا نے سفر کی حالت میں روزہ خود افطار فرمایا اور نماز کو قصر کیا اور اپنے ساتھ والوں کو بھی افطار اور قصر کا حکم دیا۔ جب کچھ اصحاب نے عمل نہ کیا تو رسولِ خدا نے اُن کو نافرمان ہونے کا خطاب دیا اور فرمایا کہ یہ لوگ قیامت تک نافرمان رہیں گے۔" (التہذیب)

(جاری ہے صفحہ ۱۲۱ پر)

(؎۲ اور ؎۳ صفحہ ۱۲۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

www.drhasanrizvi.org

۲

(بقیہ از صفحہ ۱۲۰ آیت ۱۸۵) حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "نمازِ عید میں سب سے زیادہ تکبیریں اس لیے رکھی گئی ہیں کہ اس آیت میں ایسا ہی حکم دیا گیا ہے۔" (صافی صفحہ ۵۶)

نوٹ: کُل قرآن کا نزول تو بتدریج ۲۲ سال میں ہوا لیکن اس کے نزول کی ابتداء ماہِ رمضان میں ہوئی۔ قرآن کی سب سے پہلی آیتیں سورۃ علق کا ابتدائی حصہ غارِ حرا میں اسی مہینے میں نازل ہوا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس ماہِ رمضان میں پورا قرآن آسمانِ دنیا (سب سے نیچے والے آسمان) پر اُترا۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس ماہ میں پورا قرآن قلبِ رسولؐ پر مفہوم کی شکل میں اُترا۔

۳ ★ شکر گذار بن جانے کا آسان نسخہ نعمتوں کو یاد رکھنا ہے۔

★ کتاب "عمدۃ البیان" میں جناب رسول خداؐ سے ماہِ رمضان کے ہر روزے کے ثواب اور فضیلت کا ذکر منقول ہے جس میں سے چند روزوں کے بارے میں مختصراً ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:

- یکم ماہِ رمضان کو خداوندِ کریم میری اُمت کے گناہ بخشتا ہے اور ہزار ہزار درجات بلند فرماتا ہے۔
- پانچویں روزے کے بدلے میں جنت الماویٰ میں خدا ہزار ہزار شہر عطا فرمائے گا کہ ہر شہر میں ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار دستر خوان، اور ہر دستر خوان پر ستر ہزار خوانچوں میں ستر ہزار قسم کے کھانے ہوں گے جو ایک دوسرے کے مشابہ نہ ہوں گے۔
- بارہویں روزے کے عوض خدا روزے دار کے گناہوں کو بخشتا اور نیکیوں کو ہزار گنا کرتا ہے۔
- چودہویں روزے کے رکھنے والے کی خدا دنیاوی و اُخروی حاجات قبول فرماتا ہے اور حاملانِ عرش اُس کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں اور روزِ محشر خدا اُس کو چالیس نور عطا فرمائے گا، جو ہر چہار طرف سے روزے دار کا احاطہ کیے ہوں گے۔۔۔ الخ (عمدۃ البیان بحوالہ انوار النجف صفحہ ۲۲۳)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝۱۸۶

(۱۸۶) اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں، تو (آپؐ فرمادیں کہ) میں تو یقیناً اُن سے (بہت ہی) قریب ہوں۔ پکارنے والا جب پکارتا ہے تو میں اُس کی پکار کو سُنتا ہوں اور اُس کو جواب بھی دیتا ہوں۔ (اس لیئے اب) اُن پہ لازم ہے کہ میری آواز پر لبیک کہیں اور مجھ ہی پر بھروسہ کریں (اس طرح) شاید وہ سیدھے اور نیک راستے پر آجائیں۔ (۱۸۶)

آیت ۱۸۶ : گمراہ قوموں نے خدا کے وجود کا اقرار تو کیا مگر اسے اپنی ذات سے اِس قدر دور سمجھا کہ وہاں تک بندوں کی رسائی کو ناممکن جانا۔ لیکن اسلام نے خدا کو اتنا قریب بتایا کہ جب چاہو اُس کو پکارلو وہ جواب دیگا۔ اہلِ اشارات نے نتیجہ نکالا کہ قُرب وقبول طلب پر موقوف ہے، اور خدا نے آپؐ فرماکر رسولؐ سے اس لیے خطاب فرمایا ہے کہ دعاء بغیر رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے توسط کے قبول نہیں ہوگی۔ اور خدا نے خود کو قریب باعتبارِ علم اور باعتبارِ قبولیتِ دعاء فرمایا ہے۔ (ابنِ عباسؓ۔ مدارک)

لہ یعنی خدا تم سے اتنا قریب ہے کہ اُس سے تمہاری کوئی بات حتیٰ کہ تمہارے دل کی آواز بھی دور نہیں (معالم)

غرض قریب ہونے سے قُربِ معنوی مراد ہے یعنی خدا تمہارے حالات اور اقوال سے خوب واقف ہے، (بیضاوی)

★ رسولِ خدا نے فرمایا: "جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل جاتا ہے یعنی جسے دعا کی توفیق مل جاتی ہے اُس کیلئے رحمت کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے اور جو لوگ خدا کی دعوتِ ایمان واطاعت کو قبول کرتے ہیں تو خدا اُن کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے"۔ (مدارک)

www.drhasanrizvi.org

(۱۸۷) أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ
الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ
لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ
لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ
كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا
عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔـٰنَ بَاشِرُوهُنَّ
وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ
لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ
مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا
الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا
تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ
فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ
اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ

تمھارے لیے روزوں کے زمانے کی
راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز
کردیا گیا ہے، وہ تمھارا لباس ہیں اور تم
اُن کا لباس ہو (یعنی ایکدوسرے سے الگ
نہیں رہ سکتے) اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ
(چھپکے چھپکے) اپنے آپ سے خیانت کررہے
تھے۔ تو اب خدا نے تمھاری توبہ قبول
کی اور تمھیں معاف کردیا۔ لہٰذا اب تم
اُن کے ساتھ (ماہِ رمضان کی راتوں میں)
مباشرت کرسکتے ہو اور جو (لطف) خدا
نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے اُسے
حاصل کرو۔ اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ
رات کی سیاہی کی دھاری سے صبح کی سفیدی
کی دھاری الگ ہو کر تمھارے لیے
ظاہر ہو جائے۔ پھر رات تک روزے
کو پورا کرو۔ اور جب مسجدوں میں اعتکاف
(قیام) کیے ہوئے ہو تو اُن (اپنی بیویوں) سے

(سہ اور سہ صفحہ ۱۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں) سہ صفحہ ۱۲۵ پر...

www.drhasanrizvi.org

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ۱۸۷ (۱۸۷) مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی مقرّر کی
ہوئی حدیں ہیں۔ ان کے قریب نہ پھٹکنا
اِس طرح اللہ اپنے احکامات لوگوں کے لیے صاف بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں

آیت ۱۸۷: ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ نمازِ مغرب کے بعد نمازِ عشاء تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی مگر نمازِ عشاء کے بعد یا سو جانے کے بعد سب حرام ہو جاتا تھا کسی صحابی نے نمازِ عشاء کے بعد جماع کیا اور شرماتے ہوئے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اُن جیسے اور بھی ہیں۔ سب نے اپنے اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ اس پر یہ آیت اُتری۔

لہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: اس سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔ (کافی)

دوسری روایت میں ہے کہ یہاں صبح سے مراد صبح صادق ہے جس میں کوئی شک نہ ہو۔

سے روزہ ختم ہونے کا وقت لیل یعنی رات کو بتلایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ رات اور چیز ہے اور غروبِ آفتاب اور چیز ہے۔ رات جب ہوتی ہے کہ جب مشرق کی سُرخی جاتی رہے اور رات کی سیاہی اِدھر اُدھر سے پھیلتی ہوئی سر سے گذر جائے

٭ سر ولیم میور نے لکھا "روزے کی سختیاں بدستور قائم ہیں، خواہ ماہِ رمضان کسی موسم میں پڑے مشرق کے میدانوں میں چلچلاتی ہوئی دھوپ ہو یا جھلساتی ہوئی گرم ہوائیں، لمبے لمبے دن ہوں، مگر محمدؐ کے پیرو صبح سے رات تک پانی کا ایک قطرہ حلق کے نیچے نہیں اُتارتے۔ اتنی سخت ریاضت

(باقی صفحہ ۱۲۵ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا
بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا
فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ
بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(۱۸۸) اور تم لوگ آپس میں ایک دوسرے
کا مال غلط طریقوں سے نہ کھا جاؤ،
اور نہ حاکموں[۱] کو (رشوت) پہنچاؤ تاکہ
(اس طرح) لوگوں کے اموال کا کچھ
حصہ جان بوجھ کر (ظالمانہ طریقوں سے)
بطور گناہ ہڑپ کر جاؤ۔

(بقیہ از صفحہ ۱۲۴) - قوتِ ایمانی اور ضبطِ نفس کا پورا پورا امتحان ہے۔"

(لائف آف محمدؐ صـ ۱۹۲)

(از صفحہ ۱۲۳)

[۴] عورتوں کو مردوں کا لباس کہنا اس لیے ہے کہ (۱) مرد اور عورتیں ایکدوسرے کے محتاج ہوتے ہیں۔ (۲) لباس عیبوں کو چھپاتا ہے اور انسان کے حسن وخوبی کو اُبھارتا ہے۔ گویا میاں بیوی کو ایکدوسرے کے عیوب کی پردہ پوشی کرنی چاہیے اور ایکدوسرے کی زینت کو بڑھانا چاہیے۔ (۳) لباس انسان کیلئے ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح مرد عورت کیلئے اور عورت مرد کی ضرورت ہے۔

آیت ۱۸۸: [۱] حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوبصیر سے فرمایا: "اے ابوبصیر! تحقیق، اللہ کو علم تھا کہ اُمت میں حکّامِ جور ہوں گے۔ پس اس آیت میں 'تحقیق حکّام سے مراد حکّامِ جور ہیں' نہ کہ حکّامِ عدل۔"

(کافی - تفسیر عیاشی - تفسیر انوار النجف صـ ۲۲۱)

www.drhasanrizvi.org

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ (۱۸۹) وہ لوگ آپؐ سے چاند (کی شکلوں)
قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپؐ کہہ دیجیے
وَالْحَجِّ ؕ وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ کہ یہ لوگوں کے لیے (اور) حج کے واسطے
تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وقت مقرر کرنے کا ذریعہ ہیں۔ (نیز
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ اُن سے کہو کہ) یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے
وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ کہ تم (اپنے) گھروں میں پیچھے کی طرف
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۸۹ سے آؤ، بلکہ نیکی تو اس میں ہے کہ (آدمی)

اللہ کی ناراضگی سے بچے۔ لہٰذا تم (اپنے) گھروں میں اُن کے دروازوں ہی سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرو شاید کہ اس طرح تم ہر طرح کی کامیابی حاصل کرو۔

آیت ۱۸۹ : خدا اور خوفِ خدا کے درمیان کوئی ضد کی نسبت نہیں ہوتی۔ خدا کا خوف ویسا خوف نہیں ہوتا جو خوفناک چیز سے دور کر دیتا ہے۔ یہ خوف اصل میں وہ خوف اور رعب داب ہے جو کسی چیز کی عظمت، قوت اور اختیارات دیکھ کر دل میں پیدا ہوتا ہے یہ خوف اُس چیز سے ہمیں دور نہیں کرتا جس سے ہم اُسکی عظمت کی وجہ سے مرعوب ہوتے ہیں، بلکہ اصل میں یہ خوف تو دل میں اور کشش پیدا کرتا ہے کہ ایسی عظیم چیز سے کسی نہ کسی طرح قربت حاصل کی جائے۔ جیسے کوئی بہت با اختیار افسر ہو، اور جس کے اختیارات سے ہم مرعوب ہوں تو دل میں ہم اُس کے قریب ہونے کیلئے ایک زبردست کشش محسوس کرتے ہیں۔ خدا سے اسی قسم کا خوف درکار ہے جو اسکی عظمت سے متاثر ہو کر پیدا ہو۔ یہ خوف دہشت کی ضد ہے۔ جبکہ احساسِ عظمت قریب کھینچنے والی چیز ہے۔ (جاری ہے)

www.drhasanrizvi.org

★ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "گھروں میں دروازوں سے آؤ" کے سلسلے میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ "خدا نے علم کے اہل مقرر فرمائے ہیں اور ان علماء کی اطاعت اپنے تمام بندوں پر واجب قرار دی ہے۔

اور خدا کا یہ فرمانا کہ "گھروں میں دروازوں سے داخل ہو" تو اس آیت میں گھروں سے مراد "علم کے گھر" ہیں۔ وہ علم کے گھر انبیاء ہیں جن کو خدا نے اپنا علم سپرد فرمایا ہے۔ اور اُن گھروں کے 'دروازے' اُن انبیاء کے اوصیاء ہیں۔"

★ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ہم ہی وہ گھر ہیں جن کے دروازوں سے آنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اور ہم ہی خدا کا دروازہ ہیں جن کے ذریعے سے خدا کے پاس آنا چاہیے غرض جس نے ہماری متابعت کی اور ہماری ولایت یعنی دوستی اور سرپرستی کا اقرار کیا، تو وہ بیشک علم کے گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہوا۔ اور جس نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے غیر کو ہم پر فضیلت دی، وہ گھروں میں اُن کے پچھواڑے سے آیا۔"

(تفسیر صافی ص۵۷)

نوٹ: بالکل ظاہر ہے کہ گھروں سے مراد مادّی گھر اور اُن کے دروازے نہیں ہو سکتے اس لیے کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی گھروں میں دروازوں ہی سے آتا ہے۔

★ نیز یہ کہ رسولِ خدا ؐ نے ارشاد فرمایا: "میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔"

(احتجاج طبرسی)

www.drhasanrizvi.org

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ (۱۹۰) اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو
يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ۱۹۰ (کیونکہ) اللہ حد سے بڑھ جانے والوں
کو یقیناً دوست نہیں رکھتا۔

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (۱۹۱) اور (ان خواہ مخواہ لڑنے والوں کو)
وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر ڈالو اور انھیں
أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ نکال باہر کرو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں
مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ نکال دیا (کیونکہ قتل کرنا اگرچہ بہت بُرا ہے)
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ (مگر) فتنہ برپا کرنا تو قتل کرنے سے بھی
يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ زیادہ بُرا ہے (کیونکہ فتنہ و فساد سے ناحق
قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ قتل کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے
كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ ۱۹۱ البتہ) مسجدِ حرام کے نزدیک اُن سے اُس
وقت تک نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں لیکن اگر وہ تم سے لڑیں تو پھر تم بھی
اُنھیں قتل کرو، کہ ایسے منکرینِ حق کی یہی سزا ہے۔ —— (۱۹۱)

آیت ۱۹۱ : امام رازی نے خوب لکھا کہ " پچھلی آیت میں تقویٰ کی تاکید کی گئی ہے۔
اسی مناسبت سے تقویٰ کی شدید ترین قسم قتال و جہاد کا ذکر شروع کیا گیا۔ (تفسیر کبیر)

(جاری ہے صفحہ ۱۲۹ پر)

www.drhasanrizvi.org

وضاحت: دنیاوی مادّی فاتحین کی جنگوں اور اسلامی اور قرآنی جنگوں میں سب سے بڑا فرق مقصد اور طریقے کا ہوتا ہے۔ (۱) اسلامی جنگیں دفاعی نوعیت کی ہوتی ہیں جیساکہ آیت کے شروع کے الفاظ سے بالکل واضح ہے کہ "جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے، تم بھی اُنھیں نکالو۔" معلوم ہوا کہ جنگ دشمن نے شروع کر کے پہلے مسلمانوں کو نکال دیا ہے۔ اب اُن کے اُس عمل کی سزا کے طور پر جنگ کی جا رہی ہے۔ (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ اسلامی جنگیں فتنہ و فساد ظلم و ستم کو دور کرنے کے لیے کی جاتی ہیں علاقے فتح کرنے کے لیے نہیں کی جاتیں، جیساکہ آیت میں ارشاد فرمایا: "فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت تر چیز ہے۔" (۳) اسلامی جنگوں میں خدا کے قانون کی پابندیاں کی جاتی ہیں، جو دل چاہے وہ نہیں کیا جا سکتا۔ جیساکہ اِس آیت میں ارشاد فرمایا: "ان سے مسجدِ حرام کے قریب قتال نہ کرو، جب تک وہ خود تم سے قتال نہ کریں۔ ہاں اگر وہ خود تم سے قِتال کریں تو تم انھیں قتل کرو۔" اِس سے یہ پھر واضح ہو گیا کہ اسلامی جنگیں دفاعی نوعیّت کی جنگیں ہوتی ہیں۔ (۴) اسلامی جنگوں کو اپنی مرضی سے طول نہیں دیا جا سکتا۔ اِس لیے کہ ارشاد فرمایا: "اور اُن سے لڑو یہاں تک کہ فساد باقی نہ رہ جائے۔" معلوم ہوا کہ فساد کے ختم ہوتے ہی جنگ ختم کرنی ہوگی۔ (۵) اسلامی جنگوں میں دشمن پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا۔ "جو کوئی تم پر زیادتی کرے، تو تم بھی اُس پر زیادتی کرو۔ جیسی اُس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ اور اِس معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ اللہ بُرائی سے بچنے والوں کے ساتھ ہے۔"

www.drhasanrizvi.org

فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۱۹۲ (۱۹۲) پھر اگر وہ باز آجائیں تو بے بیشک اللہ بھی بڑا ہی معاف کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

وَقٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ لِلّٰهِ‌ؕ فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۝۱۹۳ (۱۹۳) غرض ان سے اُس وقت تک لڑتے رہو جب تک کوئی فتنہ اور شورش باقی نہ رہے اور پوری پوری اطاعت بس اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ (فتنہ و فساد سے) باز آجائیں تو پھر ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی جائز نہیں۔ (۱۹۳)

آیت ۱۹۳ : حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ: "جب امام مہدیؑ ظاہر ہوں گے تو وہ قاتلانِ حسینؑ کی اولاد کو اُن کے باپ دادا کے عوض قتل کریں گے۔" کسی نے عرض کیا کہ خدا تو فرماتا ہے کہ "کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔"؟ امامؑ نے فرمایا: "خدا کا قول برحق ہے۔ لیکن امام حسینؑ کے قاتلوں کی اولاد اپنے باپ دادا کے اِس فعل پر راضی ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور جو شخص کسی کے فعل سے راضی ہوگا وہ ایسا ہی ہوگا کہ جیسے اُس نے وہ فعل خود کیا ہو۔ یہاں تک کہ اگر ایک شخص مشرق میں قتل کیا جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اُس کے قتل پر راضی ہو تو خدا کے نزدیک وہ راضی ہونے والا قاتل کا شریک ہے اسی لیے امام مہدیؑ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ اُن کے قاتلوں کی اولاد (یعنی امام حسینؑ کے قتل پر راضی ہونے والوں) سے لیں گے۔"

(تفسیر صافی ص۵۵ ، تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.org

اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَ الۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾

(۱۹۴) حُرمت والے مہینے کا بدلہ حُرمت والا مہینہ ہے اور حُرمتوں میں بھی قصاص (ادلہ بدلہ) ہے۔ تو جو شخص بھی تم پر زیادتی کرے، تو جیسی اُس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے، ویسی ہی زیادتی تم اُس کے ساتھ کرو (مگر اُن کی زیادتی کی حد سے بڑھتے ہوئے) اللہ سے ڈرتے رہنا اور یہ جان لینا کہ اللہ اُن ہی لوگوں کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے (متّقی) ہیں

وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۖۛ وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾

(۱۹۵) اور خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور اچھے کام کو بہت ہی خوبی کے ساتھ انجام دو، بلاشبہ اللہ عمدگی کے ساتھ اچھے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

عند المتقدمین مع

آیت ۱۹۵ : جان اور مال خدا کی دی ہوئی چیزیں ہیں۔ اس لیے مالک کی مرضی کے بغیر اُن کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ مال وہیں خرچ کیا جائے جہاں خرچ کرنے کا حکم یا اجازت خدا نے دی ہو۔ اسی سے خدا کی خوشی حاصل ہو سکتی ہے لیس اگر جان و مال کو اُن کے علاوہ خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کیا جائے گا تو

(باقی صفحہ ۱۳۲ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (۱۹۶)	اللہ کی خوشی کیلئے حج اور عمرے
فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ	(کی نیت کرلو تو اُس) کو پورا کرو۔
مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا	اب اگر مجبوری میں گھر جاؤ تو جو قربانی بھی
رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ	میسّر آئے (اللہ کی بارگاہ میں پیش کردو) اور
مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ	اپنے سر اُس وقت تک نہ مونڈو جبتک کہ
مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ	قربانی اپنی جگہ تک نہ پہنچ جائے۔ مگر جو
رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ	شخص بیمار ہو یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف
اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ	ہو تو اُس کو چاہیئے کہ فدیہ کے طور پر روزے

(بقیہ از صفحہ ۱۳۱ آیت ۱۹۵): -- یہ خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ جان اگرچہ خدا کی راہ میں دی جائے یعنی دین کی حفاظت کیلئے، تو یہ خدا کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن اگر یہی جان ذاتی رنجش یا خودکشی کے ذریعے سے دی جائے تو یہ ہلاکت ہے۔ (القرآن المبین)

آخر میں خدا کا ارشاد فرمانا کہ "وہ اچھے کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" بتاتا ہے کہ اسلام اور قرآن میں جس خدا کی معرفت کرائی گئی ہے وہ ایک زندہ، بیدار، حساس، فعال، متحرک، خوش اور ناراض ہونے والا خدا ہے۔ لوگوں سے محبت بھی کرتا ہے اور ان کے افعالُ اعمال کی وجہ سے ان سے نفرت بھی کرتا ہے۔ سزا بھی دیتا ہے، جزا بھی دیتا ہے۔ "اگر تم اپنے اچھے اعمال کو اچھے طریقے سے ادا کروگے تو وہ تم سے محبت فرمائے گا۔" (قرطبی۔ بیضاوی)

www.drhasanrizvi.org

اٰمِنْتُمْ وقف فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ
اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ
الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي
الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ
اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ
الْعِقَابِ ع ۝ ۱۹۶

رکھے یا خیرات دے، یا پھر قربانی کرے۔ پھر
جب تمہیں امن و اطمینان حاصل ہو جائے
تو جو شخص عمرہ کر کے حج کے موقع تک عمرہ کا
فائدہ اٹھائے، وہ لازماً جو بھی میسّر ہو
قربانی کرے۔ اور اگر قربانی میسّر نہ ہو سکے
تو تین روزے حج کے زمانے میں رکھے، اور
سات روزے گھر پہنچ کر رکھے۔ یہ پورے دس
ہو جائیں گے۔ یہ رعایت اُن کیلئے ہے
جن کے بال بچے مسجدِ حرام کے قریب رہتے ہوں
اور اللہ کے ان احکام کی خلاف ورزی
سے بچو اور خوب جان لو کہ اللہ سخت
سزا دینے والا ہے۔ ع (۱۹۶)

آیت ۱۹۶:

فقہائے نتیجہ نکالا کہ متبرک مقامات پر جس طرح خدا سے قریب ہونے اور اُس کے اجر پانے کے مواقع بہت زیادہ ہوتے ہیں، اسی طرح بے ادبی پر سزا کا خطرہ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ خدا نے اس موقع پر خود کو "سخت گرفت کرنے اور سزا دینے والا" ارشاد فرمایا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ (١٩٧)
فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا
جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا
مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ
وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ
التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي
الْاَلْبَابِ ۝ ١٩٧

حج کے "مہینے سب کو معلوم اور" مقرّر مہینے ہیں، تو جو شخص بھی ان (مہینوں) میں حج کو اپنے اوپر فرض کرلے تو پھر حج کے دوران نہ تو ہمبستری کرے، اور نہ کوئی بُرا کام کرے، اور نہ ہی جھگڑا کرے۔ ہاں اگر کوئی نیک کام تم کروگے تو اُس کو اللہ جان لے گا۔ اور (اگر) سامانِ سفرِ (آخرت) مہیّا کرو تو بہترین سامانِ (سفرِ آخرت) تقویٰ ہے۔ پس اے عقل والو! میرے غیظ و غضب سے بچو۔ (١٩٧)

آیت ١٩٧ : خدا کا فرمانا کہ "حج میں نہ کوئی فحش بات ہونے پائے اور نہ کوئی بے حکمی یا جھگڑا ہونے پائے"۔ اسلامی رسومات کو میلوں ٹھیلوں میں بدکاری کی گرم بازاری کو روکنا ہے جبکہ جاہلیّت کے حج میں بدکاری اور فحش حرکات شامل تھیں۔ اسلامی اجتماعی عبادات ہر قسم کی بدکاری اور فحاشی سے پاک ہوتی ہیں۔

★ حج کے مہینے شوّال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ: "رفث" سے مراد جماع ہے "فسوق" سے مراد جھوٹ بولنا اور گالیاں بکنا ہے۔ "جدال" سے مراد بے فائدہ قسمیں کھانا ہے۔

(جاری ہے صفحہ ١٣٥ پر)

www.drhasanrizvi.org

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۱۹۸

(۱۹۸) تمھارے لیے اس میں کوئی حرج (الزام) نہیں ہے کہ تم (دورانِ حج) اپنے ربّ کی نعمت (روزی بھی) تلاش کرو[۱] (کیونکہ روزی کمانا تمھارے ربّ کے فضل[۲] کرم کو تلاش کرنا ہے البتہ) جب عرفات سے روانہ ہو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) کے پاس اللہ کو یاد کرو جس طرح اُس نے تمھیں ہدایت کی ہے اور تم کو اپنی راہ دکھائی ہے ورنہ اِس سے پہلے تو تم بھٹکے ہوئے تھے۔ (۱۹۸)

(بقیہ از صفحہ ۱۳۴) : جو جدال کرے وہ ایک بکری کفارے میں دے۔ جو فسوق کا مرتکب ہو وہ ایک گائے دے، اور جو حالتِ احرام میں رَفث یعنی جماع کرے تو اُس کا حج ہی باطل ہے۔

(تفسیر عیاشی و کافی)

آیت ۱۹۸[۱] : امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: "یہاں فضلِ خدا" سے مراد رزق ہے۔ جو شخص حج سے فارغ ہو جائے، اُس کو حج کے میلے میں خرید و فروخت کا پورا پورا اختیار ہے۔ (تفسیر عیاشی)

★ سارے مفسرین نے اتفاق کیا ہے، کہ یہاں "فضلِ خدا" سے مراد تجارت کا مالی نفع ہے (راغب۔ کشاف)

★ لوگ سمجھتے تھے کہ حج کے موقعے پر تجارت حرام ہے۔ جہاں تجارت ہوگی وہاں عبادت ختم ہوگی خدا نے اس مغالطہ کو رد کر دیا۔ (تفسیر کبیر۔ ابن عربی۔ جصاص) (باقی ص ۱۳۶)

www.drhasanrizvi.org

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ (۱۹۹) پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے
اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا ہیں وہیں سے تم بھی پلٹ جاؤ اور اللہ
اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۱۹۹ سے معافی مانگو۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے
والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۳۵ آیت ۱۹۸): پھر بات میں بات پیدا کرنا' یہ قرآن کا انداز بیان ہے ایک لفظ یہ فرما کر کہ: "تمہارے ربّ کی طرف سے" یاد دلا دیا کہ تجارتی نفع بھی تو خدا کی دین ہے اور حج بھی خدا کی عبادت ہے۔ اِس لیے اس میں کوئی تضاد نہیں۔ بشرطیکہ خدا کے مقرّر کردہ حدود کے اندر رہ کر کی جائے اور اُس کا مقصد خدا کی اطاعت اور حقوق ادا کرنا ہو۔

★ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں یوم عرفہ سے زیادہ بندے جہنّم کی آگ سے آزاد کیے جاتے ہوں۔ (الحدیث)

★ پھر حج کے پورے ذکر میں قدم قدم پر تزکیۂ قلب کا بیان ملے گا۔ عام لباس اُتروا دیا جاتا ہے۔ نہ سر پر ٹوپی نہ پگڑی جسم پر نہ سوٹ بوٹ نہ شیروانی۔ جتنی چیزیں دل کو لبھانے والی تھیں حرام ہو گئیں۔ بار بار لبیک کہلوا کر خدا کی یاد تازہ کرا دی۔ خدا کے دربار کی حاضری سامنے آ گئی۔ آخر میں خدا نے خود کو غفور فرما کر توجّہ دلائی کہ اُس وقت اپنے سب سے بڑے مسئلے یعنی اپنے گناہوں کو معاف کرالو۔ آیت ۱۹۹: کچھ لوگ عرفات سے روانہ ہونے کے بجائے حرم میں جمع ہو کر روانہ ہوتے تھے۔ خدا نے حکم دیا کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ اور اُنکے تابعدار لوگ عرفات سے روانہ ہوتے تھے اسی طرح تم بھی عرفات میں جمع ہو کر، وہاں سے روانہ ہوا کرو۔

www.drhasanrizvi.org

فَاِذَا قَضَیۡتُمۡ مَّنَاسِکَکُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا وَمَا لَہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

(۲۰۰) پھر جب تم اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے، اُسی طرح اللہ کو یاد کرو۔ بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر۔ لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے: "اے ہمارے پالنے والے! ہمیں دُنیا ہی میں سب کچھ دے دے"۔ ایسے شخص کیلئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں (۲۰۰)

وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

(۲۰۱) اور ان میں کوئی ایسا ہے جو کہتا ہے "اے ہمارے پالنے والے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے۔ اور ہمیں آگ کی سزا سے بچا۔"

النصف

آیت ۲۰۰ : حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت ہے: "زمانۂ جاہلیت میں بھی حج کا رواج تھا۔ اُن دنوں ایک میلہ لگتا تھا اور جب حج ہو چکتا تو لوگ جمع ہو کر اپنے اپنے باپ داداؤں کی شان میں قصیدے پڑھتے اور سنتے اور آپس میں مقابلے کرتے۔ آج بھی عربی ادب کی کتابوں میں وہ قصائد موجود ہیں۔ خدا نے فرمایا: وہ عام لوگ تھے۔ تم اُن کی مدح کرتے ہو تو خیر اُن سے زیادہ اپنے پالنے والے مالک کی مدح کرو اور یہ مدح وثنا اُنکی مدح وثنا سے زیادہ زور دار ہونی چاہیے۔ (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۲۰۲	(۲۰۲)	یہی وہ لوگ ہیں جو اپنی کمائی کا (دونوں جگہ) حصّہ پائیں گے۔ اور اللہ تو بہت جلد حساب چکا دینے والا ہے۔
وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ۲۰۳	(۲۰۳)	یہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں جو تم اللہ کی یاد (مراد تکبیروں) میں گذارو پھر جو کوئی جلدی کرکے ۲ دو ہی دن میں واپس چلا جائے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو کوئی دیر کرے، اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ اُس نے یہ دن بُرائیوں سے بچنے اور فرائض الٰہیہ کے ادا کرنے میں صرف کیے ہوں پس اللہ کی نافرمانیوں سے بچو اور خوب جان رکھو کہ تم اُسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۲۰۳)

آیت ۲۰۳ : یہ تکبیریں منیٰ سے مکّہ تک کی نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ ۲ دو دن بھی پڑھی جاسکتی ہیں اور ۳ تین دن بھی۔ اسی لیے خدا نے اجازت دیدی کہ تم تین دن کے بجائے ۲ دو دن میں ادا کرلو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ تم پرہیزگار رہو۔ یہی ۳ تین دن ایامِ تشریق کہلاتے ہیں۔ یہ ۱۰، ۱۱، اور ۱۲ ذی الحجہ کے دن ہیں۔ یہ خاص تکبیریں اُن ہی دنوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ اِن دنوں "منیٰ" میں قیام ہوتا ہے۔ منیٰ، مکّہ سے ۴ میل دور ہے یہ پہلے ایک میدان تھا مگر اب یہاں عالیشان عمارتیں بن چکی ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۳۹ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّعۡجِبُكَ	(۲۰۴) اور لوگوں میں سے ایسا (آدمی) بھی
قَوۡلُهٗ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا	ہوتا ہے کہ جس کی باتیں دُنیا میں تو تمھیں
وَیُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰی مَا فِیۡ	بڑی اچھی لگیں گی اور وہ اپنی دلی حالت
قَلۡبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ۝۲۰۴	پر اللہ کو (بار بار) گواہ بھی بناتا جائیگا

(کہ میں تو بڑا سچا اور نیک نیت ہوں اور خدا کی قسم میں تو یہ باتیں صرف اللہ ہی کی خوشی کے لیے کر رہا ہوں) حالانکہ وہ حقیقت میں (تمھارا) بدترین دشمن ہے۔ (۲۰۴)

(بقیہ از صفحہ ۱۳۸ آیت ۲۰۳) تشریق کے معنی قربانی سکھانے کے ہیں۔ کیونکہ حاجیوں کو ۱۲ ذی الحجہ کی شام تک یہاں قیام کرنا پڑتا ہے۔ یہیں قربانی دینا، سر کے بال اُتروانا، تین شیطانوں کو کنکریاں مارنا، جامۂ احرام اُتارنا، ذکرِ الٰہی کرنا، تکبیر کی کثرت منٰی کے قیام کے اجزا ہیں۔ اِن ہی دنوں کو اس آیت میں "چند دن" کہا گیا ہے۔ اِس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ (قولِ حضرت علیؑ۔ ابنِ عباسؓ۔ از جصاص)

آیت ۲۰۴: شانِ نزول میں آیا ہے کہ "قبیلۂ ثقیف کا ایک شخص بڑا خوش منظر اور خوش تقریر تھا۔ جب حضور اکرمؐ کے پاس آتا تو بڑے لمبے چوڑے ایمان کے دعوے کرتا۔ بات بات پر خدا کو گواہ بناتا لیکن جانے کے بعد ہر طرح کی شرارتوں میں مصروف ہو جاتا، اس کا نام اخنس بن شریق ثقفی تھا۔ (ابنِ جریر۔ تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِکَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ (۲۰۵)

جب بھی اُسے حکومت مل جائیگی تو دُنیا بھر میں دوڑتا پھرے گا[۱]۔ تاکہ دنیا میں فساد برپا کرے۔ اور کھیتی اور نسل[۲] انسانی کو تباہ و برباد کردے۔ حالانکہ خدا فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

آیت ۲۰۵ : محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے اور اُن کا حضورِ اکرمؐ کو علم تھا۔ اسی لیے آپؐ نے حدیثِ حوض میں ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن میرے کچھ صحابیوں کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا۔ میں کہوں گا "یا ربّ اصیحابی" اے میرے مالک! یہ تو میرے صحابی ہیں۔ خدا فرمائے گا۔ "ٹھیک ہے، لیکن آپؐ یہ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپؐ کے بعد کیا کچھ کیا ہے۔" میں کہوں گا: "دوری ہو، دوری ہو، اُن کو جنھوں نے اللہ کے دین کو بدل دیا تھا۔" (بخاری شریف)

۱۔ "سعٰی" کے معنی سرگرمِ عمل ہونا، دوڑ دھوپ کرنا۔ (ابنِ جریر۔ بحر)

۲۔ "نسل" سے، ہر قسم کے جانور اور چلنے پھرنے والے مراد ہیں (ابنِ عباسؓ۔ ابنِ جریر۔ مجاہد)

امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ "حرث" یعنی کھیتی سے مراد "دین ہے" اور "نسل" سے مراد انسان ہے۔ (روح)

www.drhasanrizvi.org

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (۲۰۶)

اور جب بھی اُس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر، تو اُس کا تکبّر اور غرور اُسے گناہ پر جما دیتا ہے۔ ایسے شخص (سے نمٹنے) کیلئے تو بس جہنّم ہی صحیح ہے۔ اور وہ تو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ (۲۰۶)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ۝ (۲۰۷)

اور (دوسری طرف) انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو (صرف) اللہ کی رضا (خوشنودی) کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتا ہے (خطرے میں ڈال دیتا ہے) اور اللہ اپنے (جاں نثار) بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔ (۲۰۷)

آیت ۲۰۷ : یہ آیت شبِ ہجرت حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی جب حضورؐ کی فرمائش پر آپؑ بسترِ رسولِ خداؐ پر سوئے، اور اِس طرح رسولِ خداؐ کی جان کفّار کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچائی۔ جبرائیلؑ رات بھر حضرت علی مرتضیٰؑ کی مدح خوانی کرتے رہے۔ اور آپؑ کے سرہانے کھڑے رہے۔

← (از احیاء العلوم - امام غزالی)

← (و تفسیر المیزان، تفسیر درِ منثور)

www.drhasanrizvi.org

(۲۰۸) يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸

اے ایمان لانے والو! تم سب کے سب امن و صُلح کے احاطے میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو (کیونکہ) یقیناً وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

(۲۰۹) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۰۹

اب اِس کے بعد بھی کہ جب کھُلے ہوئے صاف صاف احکامات اور ہدایات تمہارے پاس آچکے ہیں، پھر بھی تم پھسل (ڈگمگا) گئے تو خوب جان لو کہ اللہ غالب اور سمجھ بُوجھ والا ہے۔

(۲۱۰) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ۧ ۲۵ ع ۹

اب کیا اُن لوگوں کو اِس بات کا انتظار ہے کہ اللہ سفید بادلوں کے سائے میں فرشتوں کے ساتھ خود اُنکے سامنے آئے اور (اُن کا) فیصلہ ہی کر ڈالا جائے؟ جبکہ سارے معاملات کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہی ہے۔

آیت ۲۰۸: یہاں "سلم" سے مراد حضرت علیؑ اور آپکی اولاد طاہرینؑ کی وِلا کا اقرار ہے اور "خطوٰتِ الشیطٰن" سے مراد اہل بیتؑ کے دشمنوں کی وِلا ہے۔ (یہ باطنی تفسیر ہے) (از تفسیر برہان)

آیت ۲۱۰: تفسیر آئمہ اہل بیتؑ میں ہے کہ یہ آیت رجعت کے متعلق ہے۔ بحوالہ تفسیر انوار النجف صـ ۳۱)

www.drhasanrizvi.org

سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ (۲۱۱) بنی اسرائیل سے پوچھئے کیسی کیسی
اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ کھلی کھلی صاف صاف نشانیاں ہم نے
وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ اُنھیں دکھائیں۔ (اور یہ بھی پوچھئے کہ)
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ جو قوم بھی اللہ کی نعمت کے آنے کے
اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱ بعد (اُسے بُرائی سے) بدل ڈالے (یعنی
بُرے کاموں پر صرف کردے) تو اللہ بھی یقیناً بڑی ہی سخت سزا دینے والا ہے۔ (۲۱۱)

آیت ۲۱۱ کی وضاحت: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "کچھ لوگ تو ان آیتوں پر ایمان لائے اور کچھ نے اِن کا انکار کیا اور کچھ نے اقرار کیا اور کچھ نے انکو بدل ڈالا۔" (کافی)

اللہ کی نعمتوں کو بدل دینے سے مراد یہ بھی ہے کہ (۱) جو چیزیں ہدایت اور فائدے حاصل کرنے کے لیے تھیں اُن کو خدا کی معصیت اور فسق و فجور میں استعمال کیا جائے

(۲) جو کلام باعثِ ہدایت ہوتا ہے اس کو بدل کر دوسرے معنی پہنا دیے جائیں۔

(۳) صحیح باتوں کی غلط تاویل یا اُلٹا مطلب بتایا جائے۔ (بیضاوی)

اور خدا کی نعمتوں میں ہر نعمت شامل ہے۔ اب ہم خود سوچ لیں کہ کون سی نعمت ایسی ہے جس کی روح کو ہم نے نہیں بدل ڈالا۔ مثلاً نماز کی نعمت ہی کو لیجیے بقول اقبالؒ

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے (اقبال)

(جاری ہے اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ (۲۱۲) الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ۲۱۲

جن لوگوں نے انکارِ حق کیا، اُن کے لیے تو دنیا کی زندگی بڑی ہی سجی بنی ہوئی ہے اور ایسے لوگ ایمان والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ حالانکہ جنھوں نے بُرائیوں سے بچنے کا راستہ اختیار کیا، وہ تو قیامت کے دن ایسے لوگوں سے (بہت ہی) بلند مقام پر ہوں گے (اب رہا دُنیا کا رزق تو یہاں) اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دے دیتا ہے (کیونکہ دنیا کا رزق تو امتحان لینے کا صرف ایک ذریعہ ہے، کسی کی بلندی یا پستی کا معیار نہیں)...... (۲۱۲)

(آیت ۲۱۱ کا بقیہ از صفحہ ۱۴۳) : اخلاق و اتحاد کی نعمت کو ہم نے فرقہ واریت سے بدل دیا۔ دُنیا کی نعمتوں کو فسق و فجور پر خرچ کر کے اُس کی روح کو بدل دیا، قرآن کی نعمت کی غلط تاویلیں کر کے اس میں خیانت کی۔ بقولِ اقبالؔ: ''خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ؛ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق''

آیت ۲۱۲ : مکّہ کے مالدار کفّار جیسے ابوجہل، ہشام، غریب مومنین مثلاً عمّارؓ، حبیبؓ، بلالؓ سلمانؓ وغیرہ کو جب دیکھتے تھے تو اُن کا مذاق اُڑاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر محمّدؐ سچّے ہوتے تو عرب کے اشراف یعنی بڑے اور مالدار لوگ اُن کی پیروی کرتے۔ تم جیسے کنگال لوگوں کا اُن کو مان لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ آیت ۲۱۲ اُن ہی لوگوں کے قول و عقیدے کی رد میں نازل ہوئی ہے۔

www.drhasanrizvi.org

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً (٢١٣)	(ابتدا میں تو سب) آدمی ایک ہی
فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ	دین و طریقے پر تھے۔ پھر (جب اُن میں
وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ	اختلافات ہونے لگے تو) اللہ نے پیغمبروں
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ	کو بھیجا (جو اچھے کاموں کے ثواب کی)
النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ	بشارت دینے والے اور (بُرے کاموں
وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ	پر عذابِ خدا سے) ڈرانے والے تھے نیز
اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ	ان کے ساتھ ہی ساتھ کتابِ برحق نازل
الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ	کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان
فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	جو اختلافات ہو گئے تھے، اُن کا فیصلہ
لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ	کرے۔ اور (در اصل) اختلاف اُن
بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ	لوگوں ہی نے کیا جنھیں حق کا علم پہلے ہی دیا
يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٢١٣	جا چکا تھا۔ تو اللہ نے اپنے اِذن سے اُن

لوگوں کو جو (انبیا پر) ایمان لائے تھے، حق کا راستہ دکھایا، جس میں اُنھوں نے اختلافات پیدا کر دیے تھے۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ . . . (۲۱۳)

آیت ۲۱۳ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "یہ ذکر حضرت نوحؑ کے آنے سے پہلے کا ہے۔ اُس وقت سب لوگ گمراہی میں تھے اور اوصیاءِ آدمؑ تک خوف سے

(باقی صفحہ ۱۴۶ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفحہ ۱۴۵ آیت ۲۱۳ : تقیہ کرتے تھے، دینِ حق کا اظہار نہ کرتے تھے کیونکہ حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے قابیل (جو اپنے بھائی حضرت ہابیل کا قاتل تھا) کی طرف سے اُن اوصیاء کو قتل کی دھمکی دی جاتی تھی۔ آخر کار مجبور ہو کر (حضرت شیثؑ اور) حضرت نوحؑ کے اوصیاء ایک جزیرے میں علیحدگی اختیار کر کے خدا کی عبادت کرنے چلے گئے تھے۔" (تفسیر عیاشی)

حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ "حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان والے لوگ نہ کافر تھے اور نہ مومن تھے، بلکہ مذبذب تھے پس انبیاءؑ اُن کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے اور اُن کو صحیح اسلام کے راستے کی دعوت دی گئی۔"

وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ : یعنی جن لوگوں کے پاس کتاب آجاتی تھی تو پھر وہ جان بوجھ کر اس میں اختلاف ڈال دیتے تھے جس طرح یہودی علماء نے حضرت رسالت مآبؐ کے اوصاف (جو توریت میں موجود تھے) کو تبدیل کر کے عوام کو اختلاف و گمراہی میں ڈال دیا۔ (انوار النجف ص ۲۲)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ : اختلاف کبھی رحمت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہ حدیث جو بہت مشہور ہے صحیح نہیں ہے کہ "میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے"۔ اختلاف رحمت نہیں ہوتا۔ (اگر یہ حدیث صحیح ہے تو) اس کے معنی امام رضاؑ نے بتلائے ہیں کہ "اختلاف کے معنی یہاں آنا جانا ہے۔ جیسے کہ قرآن میں اختلاف الیل والنہار، دن رات کے آنے جانے کو بیان کیا ہے حدیث کا مطلب ہے کہ اُمت کا ہمارے (محمدؐ و آلِ محمدؐ کے) پاس علم حاصل کرنے کیلئے آنا جانا" رحمت ہے۔"

www.drhasanrizvi.org

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ۝۲۱۴ (۲۱۴)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے ؟ حالانکہ تم پر تو (ابھی تک) وہ سب کچھ گذرا ہی نہیں جو تم سے پہلے ایمان والوں پر گذر چکا ہے، اُن پر تو فقر و فاقہ، سختیاں اور (ایسی) مصیبتیں گذریں کہ وہ ہلا ہِلا دیے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو اُن کے ساتھ ایمان لا چکے تھے چیخ اُٹھے کہ "آخر اللہ کی مدد کب آئے گی"؟ خبردار رہو کہ اللہ کی مدد و نصرت نزدیک (عنقریب پہنچنے والی) ہی ہے ——— (۲۱۴)

آیت ۲۱۴ : حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ: "تم لوگ بہت امن میں ہو. تم سے پہلے کے لوگ اگر دینِ حق کو قبول کر لیتے تھے تو اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے تھے، اور اُن کو صلیب پر کھینچا جاتا تھا۔" (الخرائج والجرائح)

اس آیت سے مراد یہ نہیں کہ کوئی مومن ایمان اور عملِ صالح اور فضلِ خداوندی کے سبب جنت ہی میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک کہ مجاہداتِ شدیدہ کی منزل سے نہ گذرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ درجاتِ عالیہ بغیر سخت امتحانات کے نہیں ملتے۔ بقول میر انیس

گذرِ منزلِ تسلیم و رضا مشکل ہے ؛ جن کے رُتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے۔

(باقی صفحہ ۱۴۸ پر)

www.drhasanrizvi.org

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ۬ (۲۱۵) قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝۲۱۵

لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خیرات کریں؟ آپؐ کہدیجیے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو (اُس میں تمہارے) ماں باپ، رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں (غریبوں) اور مسافروں کا حق ہے اور تم جو بھی نیک کام کروگے، اللہ اُس سے خوب واقف ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۴۷) مجاہدہ تو ہر مومن اپنی بساط کے مطابق ہی کرسکتا ہے اور ہر مومن کو امتحان کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔ (تھانوی)

★ زبور میں ہے کہ "صادق پر بہت سی مصیبتیں ہوتی ہیں" (زبور ۳۴ : ۱۹)

بقول عرفی ؎ گفتار صدق مایہ آزار می شود ؛ چوں حرفِ حق بلند شود داری شود

یعنی سچ بات تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ جب حق بات کہی جاتی ہے تو سولی اس کے لیے تیار ہوتی ہے

★ زبور میں ہے: "ضروری ہے کہ ہم بہت سی مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد خدا کی بادشاہت (جنت) میں داخل ہوں۔" (اعمال ۱۴ : ۲۲)

★ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ حالات مخالف کے ہجوم سے فطرت کے تقاضے کے سبب بے چینی تو کاملین کو بھی ہوتی ہے۔ مگر ثابت قدمی اور خدا کے احکام کی پیروی کے سبب نصرتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے۔

(آیت ۲۱۵ کی وضاحت صفحہ ۱۴۹ پر ملاحظہ کیجیے)

www.drhasanrizvi.org

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۱۶﴾

تم پر جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمھیں ناگوار ہے۔ مگر بہت ممکن ہے کہ جو چیز تم ناپسند کرتے ہو، وہی چیز تمھارے لیے اچھی ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو چیز تمھیں اچھی لگتی ہو، وہی چیز تمھارے لیے بُری ہو، (اصل میں) اللہ تو ہر چیز کو جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔ (معلوم ہوا کہ تمام واجبات و فرائض، حلال و حرام اندھا دُھند نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ کے علم یعنی خالص عقلی بُنیاد پر مقرر کیے گئے ہیں۔ خواہ ہم اپنی کم علمی کے سبب اُس کی حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔) (۲۱۶)

آیت ۲۱۵ از صفحہ ۱۴۸: محققین نے نتیجہ نکالا کہ مال سب سے پہلے ماں باپ پر خرچ کرنا چاہیے۔ اِس کے بعد قریبی رشتے داروں میں غریب یتیم بیوہ کو دیا جائے۔ اُنکے بعد عام یتیم مسکین اور مسافروں کو دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مستحق کو محروم کر کے غیر مستحق کو مال دیدیا جائے۔ ایسی صورت میں دینے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ خدا نے واضح طور پر بتلا دیا کہ جو کچھ دو ہمارے حکم کے مطابق حقداروں کو دو۔ (القرآن المبین)

آیت ۲۱۶: محققین نے لکھا کہ "یہ حقیقت ہے کہ عقلِ انسانی خواہ کتنی ہی بلند ہو، ایک حد پر پہنچ کر رُک جاتی ہے۔ اس مقام سے انبیاء ہی کی ہدایت کام آتی ہے۔ مسائل شرعیہ عام ادراک سے بالاتر ہوتے ہیں ان کی مصلحت کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اسی لیے خدا نے اُمورِ شرعی میں انسان کو دخل دینے سے روک دیا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۵۱ پر)

www.drhasanrizvi.org

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ (۲۱۷)
قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ
كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ
اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ ۖ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهٖ مِنْهُ
أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ
أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ
يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ
عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ
وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ
دِينِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ
فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا
خٰلِدُونَ ۝٢١٧

لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ حرمت والے مہینوں میں لڑنا (جنگ کرنا) کیسا ہے؟ آپؐ کہہ دیجیے کہ اُن میں لڑنا بہت ہی بُرا ہے۔ مگر اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، اور اُس کا اِنکار کرنا، مسجدِ حرام کا راستہ بند کر دینا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا تو اللہ کے نزدیک اس سے بھی کہیں زیادہ بڑا جرم ہے (کیونکہ) فتنہ و فساد برپا کرنا قتل کرنے سے بھی زیادہ بُری چیز ہے۔ (غرض) وہ لوگ تم سے برابر لڑتے ہی رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر اُن کا بس چلے تو وہ تمھیں تمہارے دین ہی سے پلٹا دیں (اگر یہ سمجھ لو کہ) تم میں سے جو کوئی بھی اپنے دین سے پھر کر کفر و انکار کی حالت میں مر جائے گا، تو یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال دُنیا و آخرت میں برباد ہو گئے۔ یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اُس ہی میں رہیں گے۔ (۲۱۷)

آیت ۲۱۶ اور ۲۱۷ کی وضاحت صہ۱۵۱ پر
(ملاحظہ فرمایئے۔)

www.drhasanrizvi.org

بقیہ از صفحہ ۱۴۹ آیت ۲۱۶ کی وضاحت :

★ دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا علم کامل ہے۔ ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ اس لیے اس کے احکامات میں بے شمار مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ جبکہ انسان کا علم ناقص ہے۔ اس لیے انسان کا فائدہ اسی میں ہے کہ خدا کے احکامات کی تعمیل میں کیوں اور کس لیے نہ کرے۔

(ماجدی)

آیت ۲۱۷ کی وضاحت :

گویا کافروں کے اعتراض کے جواب میں دو باتیں ارشاد ہوئیں:-

(۱) یہ کہ مسلمانوں سے حرمت کے مہینوں میں قتل کرنے کا جرم عمداً نہیں ہوا۔

(۲) اور بالفرض اگر ایسا ہو بھی جاتا تو تمہارے جیسے بڑے بڑے سخت جرائم سے اس گناہ کا کیا مقابلہ ؟ (ماجدی)

★ توریت میں ہے۔ "اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے، یا تیرا بیٹا یا تیری جورو یا تیرا دوست جو تجھے جان کی برابر عزیز ہے تجھے چھپ کر پھسلا دے اور کہے کہ آج خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی پرستش کریں، جن سے تو اور تیرا باپ دادا واقف نہیں تھے، تو تو اُس سے موافق نہ ہونا۔ اس کی بات نہ سننا۔ اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا، اس کی رعایت نہ کرنا۔ اُسے پوشیدہ نہ رکھنا۔ بلکہ اُسے ضرور قتل کرنا۔" (استثنار ۱۳ : ۱۶ - ۱۰)

مُرتد کی قسمیں : مرتد کی دو قسمیں ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جو کافر والدین کے گھر پیدا ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر کفر کی طرف پلٹ جائے۔

دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہو یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک انعقادِ نطفہ کے وقت مسلمان ہو لیکن بعد میں وہ عقیدہ چھوڑ کر کفر میں داخل ہو جائے۔

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ (۲۱۸) هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۲۱۸

(بخلاف اس کے) جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کر کے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا، تو وہ بلاشبہ اللہ کی رحمت کے جائز اُمیدوار ہیں، اور خدا اُن (کے گناہوں) کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے اُن کو کو نوازنے والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ (۲۱۹) قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۲۱۹

وہ لوگ آپؐ سے شرابؔ اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہد یجیے کہ اِن دونوں میں بڑا گناہ (بڑی خرابی) ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کیلیے کچھ فائدے بھی ہیں، مگر اِن کا گناہ (خرابی) اُن کے فائدوں سے بہت ہی زیادہ ہے اور یہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کی راہ میں کیا خیرات کریں؟ کہیئے کہ جو کچھ بھی تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو۔ اِس طرح اللہ اپنی ہدایتیں تمھارے لیے واضح بیان کرتا ہے، شاید تم غور و فکر کرو۔

آیت ۲۱۹ ۔ لہ خَمر " اصل میں انگور کے کچے پانی کا نام ہے۔ اسی کو خمیر دے کر خمر

(باقی صہ ۱۵۳ پر)

www.drhasanrizvi.org

(از صفحہ ۱۵۲)

بنایا جاتا ہے۔ خمیر دینے سے وہ نشہ آور ہو جاتا ہے اسی لیے ثانوی طور پر ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں۔ (تاج العروس شرح قاموس)

چونکہ انگور کے پانی میں جب جوش پیدا ہو جاتا ہے اور جھاگ اُٹھنے لگتے ہیں تو اُس کو خمر کہتے ہیں۔ "خمر" کا لفظ مخامرہ سے نکلا ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ کیونکہ خمر انسان وغیرہ کے ہوش و حواس، عقل و فراست اور فہم کو چھپا لیتی ہے اس لیے اس کو خمر کہتے ہیں۔ اس کو اُمّ الخبائث بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی ساری بُرائیوں کی جڑ کیونکہ ساری اچھائیوں کی جڑ عقل ہے، تو جو چیز عقل کو غارت کر دے وہ تمام بُرائیوں کی جڑ کہلانے کی مستحق ہے۔

حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ: "شراب ہر گناہ کی جڑ اور ہر بدی کی کنجی اور ہر عیب کی سردار ہے۔ خدا نے بدی کے بہت سے قُفل مقرر فرمائے ہیں اور اُن سب کی کنجی شراب ہے۔ شراب پینے والے سے زیادہ نافرمان کوئی نہیں ہوتا، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شراب پی کر بے ہوشی کے عالم میں نماز نہ پڑھے اور اپنی ماں بیٹی کے ساتھ بدکاری کرے۔ نیز یہ کہ شراب پینے والا بے نمازی سے بدتر ہے۔ کیونکہ شراب پی کر انسان خدا کی معرفت سے بے بہرہ ہو جاتا ہے، جبکہ بے نمازی نماز نہ پڑھ کر خدا کی معرفت سے بے بہرہ نہیں ہوتا۔ خدا ماہِ رمضان میں سب کے گناہ بخش دیتا ہے سوا تین۳ قسم کے آدمیوں کے۔ (۱) شراب پینے والا۔ (۲) شطرنج کھیلنے والا (۳) ایسی بدعت پھیلانے والا جس سے نا اتفاقی بڑھے۔" (الکافی)

"مَیسِر" سے مراد "جوا" ہے چاہے وہ جس طرح بھی کھیلا جائے۔

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "ہر وہ چیز جو ذکرِ خدا یعنی

(جاری ہے صفحہ ۱۵۴ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفحہ ۱۵۳)

— خدا کی یاد یا خدا کے فرائض کی یاد سے غافل کر دے وہ "مَیْسِر" ہے۔"

(نتیجہ) فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ " شراب کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔ کیونکہ قرآن نے شراب اور جُوے دونوں کے لیے گناہ کا لفظ استعمال کیا ہے (جصاص)

- ★ غرض شراب اور جُوا تمام نیکیوں سے روک دیتا ہے (راغب)
- ★ سر ولیم میور نے لکھا: " اسلام فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ترکِ میکشی کرانے میں جیسا وہ کامیاب ہوا کوئی اور مذہب نہیں ہوا۔" (لائف آف محمدؐ ص ۵۲۱)
- ★ لندن میں چرچ کانگریس کے ایک جلسے میں ممتاز پادری اسحاق ٹیلر نے کہا " دنیا میں شراب نوشی کو روکنے کی سب سے بڑی انجمن خود اسلام ہے، برخلاف اس کے یورپین تجارت کے قدم جہاں جہاں پہنچتے جاتے ہیں، شراب نوشی، بدکاری اور لوگوں کی اخلاق پستی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔"
- ★ انگلستان کے بارے میں تخمینہ ہے کہ کم از کم دس کروڑ پونڈ سالانہ کی رقم جواریوں کے ہاتھ میں پہنچتی رہی ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد ۶ ص ۱۶۷)
  یہ تخمینہ جنگِ عظیم سے قبل کا ہے۔ وہ بھی صرف انگلینڈ (انگلستان) کا ہے۔ اب اس کا تخمینہ کیا ہوگا، اس کا حساب تو بس اللہ ہی کر سکتا ہے۔
- ★ حضرت امام جعفر صادق ع نے فرمایا: " شطرنج کا بیچنا، اسکی قیمت کا کھانا حرام ہے اُس کا خریدنا کفر ہے اُس کا کھیلنا شرک ہے اُس کو چھونا ایسا ہے جیسا کہ سور کے گوشت کو چھونا۔ بغیر ہاتھ پاک کیے وضو یا نماز ادا نہیں کی جا سکتی۔ شطرنج کی طرف نظر کرنا ایسا ہے جیسا کہ اپنی ماں کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا۔

(تفسیر انوار النجف ص ۴۹)

3
10
200

www.drhasanrizvi.org

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ (۲۲۰)
عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ
لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ
فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ
لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
حَكِيْمٌ ۝ ۲۲۰

دنیا اور آخرت کے متعلق ، پھر وہ لوگ
آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہیے
اُن کی بھلائی کے لیے کام کرنا (بہت ہی)
اچھا ہے، اگر تم اُن سے مِل جُل کر رہو تو وہ
تمھارے بھائی ہی تو ہیں، اور اللہ تو یقیناً
فساد یا خرابی کرنے والے اور اصلاح وبھلائی
کرنے والے کے فرق کو خوب جانتا ہے ۔
اگر اللہ چاہتا تو (اس معاملے میں) تم پر
سختی کرتا ۔ بلاشبہ اللہ با اختیار حکمت والا ہے

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ (۲۲۱)
حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَ
لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ
مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ
اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا
تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ
حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ

اور تم مشرک عورتوں کے ساتھ
(ہرگز) نکاح نہ کرنا جبتک کہ وہ ایمان نہ لے
آئیں (کیونکہ) ایک مومنہ کنیز، مشرک
(شریف زادی) سے بہتر ہے، چاہے وہ
تمھیں کتنی بھی اچھی کیوں نہ لگے ۔ اور تم
(اپنی عورتوں کو) مشرک مردوں کے نکاح
میں کبھی نہ دینا، جبتک کہ وہ (مرد) ایمان
نہ لے آئیں (کیونکہ) ایک مومن غلام ایک

www.drhasanrizvi.org

خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ
وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى
الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ
بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۲۲۱ ع ۲۷

ایک مشرک سے بہتر ہے۔ چاہے
وہ تمھیں بہت پسند ہی کیوں نہ ہو۔ یہ
لوگ تو تمھیں (جہنم کی) آگ کیطرف
بلاتے ہیں، اور اللہ (اپنے حکم کے
ذریعے سے) تمھیں (اپنی) جنّت اور
بخشش (گناہ) کی طرف بلاتا ہے۔
(اسی لیے) وہ اپنے احکام لوگوں کے
سامنے واضح طور پر بیان کرتا ہے، اس اُمید پر کہ شاید وہ نصیحت قبول کریں (۲۲۱)

آیت ۲۲۱ : اِس آیت میں دو حکم دیے گئے ہیں: (۱) مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ (۲) اپنی لڑکیاں مشرکوں کو نہ بیاہ دو۔

یہ مسلّمہ اصول ہے کہ حضور اکرمؐ نے کوئی کام کبھی شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اِس لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ رسولِ خداؐ اپنی بیٹیوں کی شادیاں مشرکوں سے کر دیتے۔ یا کسی مشرکہ سے شادی فرماتے۔ حضرت خدیجہؑ ملّتِ ابراہیمی پر تھیں اور جو تین لڑکیاں رسولِ خداؐ کی بتلائی جاتی ہیں وہ ابولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ کی بیٹیاں تھیں۔ اُن کی شادیاں مشرکوں سے ہوئیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ حضور اکرمؐ کی بیٹیاں نہ تھیں۔ اور نہ حضرت خدیجہؑ کی بیٹیاں تھیں۔ اصل میں وہ حضرت خدیجہؑ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور اُن کا باپ ابوالہند تھا۔

www.drhasanrizvi.org

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (۲۲۲)
قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا
النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا
تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ
فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوهُنَّ
مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ
وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝ ۲۲۲

اور وہ لوگ آپؐ سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (آپؐ) کہدیجیے کہ وہ ایک گندگی ہے (اس لیے) اس حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، اُن کے قریب نہ جاؤ۔ پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو اُن کے پاس آجاؤ، اُسی طرح (اُن کے پاس جاؤ) جیساکہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے (کیونکہ) اللہ بلاشبہ برائیوں سے باز رہنے والوں کو پسند اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۲۲۲)

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (۲۲۳)
فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى
شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا
لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ

تمھاری عورتیں تمھاری کھیتی (کیطرح) ہیں (اس لیے) اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ (یعنی عورت محض تفریح گاہ نہیں بلکہ کھیتی کی طرح ہے جس سے نسلِ انسانی کی پیدائش مقصود ہے) اور اپنے مستقبل کی فکر کرو (یعنی اپنی نسل برقرار رکھو) اور اللہ کی ناراضگی سے بچو

www.drhasanrizvi.org

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۲۳

اور خوب جان لو کہ یقیناً تمھیں (ایک دن) اُس سے ملنا ہے اور مومنین کو خوش خبری سُنا (کر ہدایتوں پر عمل کرنے کی مبارکباد) دیجیے

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً (۲۲۴) لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۲۴

اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسمیں کھانے کے لیے استعمال نہ کرو تاکہ تم نیکوکار اور پرہیزگار بن سکو اور لوگوں میں صلح کرسکو۔ اور اللہ (سب کچھ) سُننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔

آیت ۲۲۳ : اس سے پہلے کی آیت ۲۲۲ میں حالتِ حیض میں عورتوں کے پاس جانے کو منع فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس جگہ کی بندش تھی اُسی جگہ کی اجازت دی جائے گی (کہ اب اُس جگہ جا سکتے ہو) اور کسی مقام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پھر کھیتی کا لفظ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے کہ اس جگہ جماع کی اجازت نہیں جہاں سے بچے کی ولادت کا سوال ہی نہیں ہوتا اس لئے کہ کھیتی کا مقصد فصل پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اس آیت سے غیر فطری مطلب کا نکالنا مسخ شدہ دماغوں کا کام ہے۔

بہر حال عورت اور مرد کی ازدواجی زندگی کا انحصار صرف شہوت رانی پر نہیں ہے بلکہ اُن کی نگاہ ایک اعلیٰ اور بلند مقصد پر ہونی چاہیے۔ تاکہ اُن کی زندگی خوشگوار ہو اور بہترین اولاد اُن کی نسل سے دنیا میں آئے تاکہ درندگی کی جگہ انسانیت نشو و نما پائے اور بے اطمینانی کی جگہ امن و اطمینان حاصل ہو۔

www.drhasanrizvi.org

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۲۲۵ (۲۲۵)

(البتہ) جو لایعنی (بغیر سمجھے بوجھے) قسمیں تم کھا لیا کرتے ہو تو اللہ اُن کی گرفت نہیں کرتا، لیکن جو قسمیں تم سچے دل سے کھاتے ہو اُن پر تمہاری پکڑ ضرور کرے گا، کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا برداشت کرنے والا ہے۔ (۲۲۵)

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۲۶ (۲۲۶)

جو لوگ اپنی عورتوں سے الگ رہنے کی قسم کھا لیتے ہیں اُن کیلئے چار مہینوں کی مہلت ہے اس کے اندر اگر وہ اُنکی طرف رُجوع کرلیں تو بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (۲۲۶)

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۲۷ (۲۲۷)

اور اگر وہ طلاق دینے کی ٹھان لیں، تو (جانے رہو) کہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

آیت ۲۲۷: امام جعفر صادق ؑ سے روایت ہے: "ایلا" کا مطلب یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی سے مباشرت نہ کرنے کی قسم کھالے۔ پھر اُس پر صبر کرے تو خیر اور اگر اس مسئلے کو امام کے سامنے پیش کرے تو امام اُس کو چار ماہ کی مہلت دے گا کہ یا تو اپنی بیوی کے پاس جائے یا اُسے طلاق دے۔ اگر شوہر دونوں باتوں سے انکار کرے گا تو اُسے قید کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.org

وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ (۲۲۸) ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِىْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ تین دفعہ ایّام ماہواری آنے تک اپنے آپ کو (دوسرے نکاح سے) روکے رہیں اور اُن کیلئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اُس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے اُن کے رحم (پیٹ) میں خلق فرمائی ہے، اگر وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں (حمل نہ چھپائیں)۔ اگر اِس (عدّت) کے دوران اُن کے شوہر اُن سے تعلقات درست کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو وہ اُنھیں واپس بلالینے کے زیادہ حقدار ہیں۔ عورتوں کیلئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے اُن پر حقوق ہیں البتّہ مردوں کو اُن پر (صرف) ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔ اور اللہ غالب حکیم و دانا ہے۔

آیت ۲۲۸ : اِس آیت میں طلاق شدہ عورت کے عدہ (عدّت) میں بیٹھنے کی مدت بتائی گئی ہے۔ اگر عورت کو عادی طریقہ پر حیض آتا ہو تو اُس کی مدّت تین طُہر (پاکی) ہے۔ طُہر سے مراد وہ وقفہ ہے جو دو حیضوں کے درمیان پاک رہنے کا زمانہ ہے لیکن اگر عورت کا زمانۂ حیض مقرر نہ ہو تو طلاق کی مدت عدّۃ تین ماہ ہوگی اگر مطلّقہ حاملہ ہوگی تو اُسکی عدت وضع حمل تک ہوگی۔ (درجۃ : کا مطلب یہ ہے کہ "عورت پر مرد کی اطاعت واجب ہے۔"
(من لا یحضرہ الفقیہ)

www.drhasanrizvi.org

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌ ۢ (۲۲۹)
بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌ ۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ
وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ اَنۡ تَاۡخُذُوۡا
مِمَّاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ شَيۡـــًٔا اِلَّاۤ اَنۡ
يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ
فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا يُقِيۡمَا حُدُوۡدَ
اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيۡمَا
افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ تِلۡكَ حُدُوۡدُ
اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ وَمَنۡ
يَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓـئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۲۲۹

(ایسی) طلاقِ (رجعی) بس دو بار ہو سکتی ہے اس کے بعد یا تو ٹھیک طریقے سے (عورت کو اپنے پاس) رکھو یا پھر اچھے طریقے سے اُس کو رخصت کر دو (رخصت کے وقت) تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ بھی تم انھیں دے چکے ہو اُس میں سے کچھ واپس لے لو۔ البتہ اگر اُن دونوں کو یہ خوف ہو کہ وہ دونوں خدا کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو جو کچھ وہ عورت معاوضہ دینا چاہے تو اس میں اُن دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی مقرّر کی ہوئی حدود ہیں۔ اُن سے آگے قدم نہ بڑھانا۔ اور جو اللہ کی مقرّر کی ہوئی حدوں سے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو وہی (لوگ تو) ظالم ہیں۔ ——— (۲۲۹)

آیت ۲۲۹ : 'طلاق' کے معنی قید سے آزاد کر دینا' یا 'چھوڑ دینا۔ شریعت میں نکاح کے معاہدے کو زائل کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ اسلام میں طلاق کی چند شرائط ہیں۔ (۱) طلاق دینے والا بالغ (۲) عاقل (۳) بااختیار ہو (۴) اپنے قصد و ارادے سے سمجھ بوجھ کر طلاق دے (۵) طلاق دینے

(باقی صفحہ ۱۶۲ پر)

www.drhasanrizvi.org

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ (۲۳۰)
بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ
ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ
وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ ۲۳۰

اب اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد تیسری دفعہ بھی) طلاق دے دی، تو پھر اس کے بعد اُس کے لیے وہ عورت حلال نہ ہو گی جب تک کہ وہ اُس کے علاوہ کسی اور شوہر (یعنی شخص) سے نکاح نہ کرے پھر جب وہ دوسرا شوہر اُسے طلاق دے دے اور اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں یہ سمجھیں کہ اب وہ اللہ کی حدوں پر قائم رہیں گے، تو پھر اُن کے لیے آپس میں (دوبارہ) (نکاح کر لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں (سزائیں) ہیں جنھیں خدا اُن لوگوں کی ہدایت کیلئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے (جو حدود کے توڑنے کے انجام کو) جانتے ہیں۔

(بقیہ از صفحہ ۱۶۱ :) پر مجبور کیا جائے (۶) طلاق دیتے وقت طلاق دینے والا ہوش و حواس میں ہو غصّے کے عالم میں نہ ہو (۷) عورت حالتِ حیض میں نہ ہو (۸) جس طہر میں طلاق دی جائے اسمیں جماع نہ کیا ہو (۹) زوجہ معیّن کی جائے (۱۰) صیغۂ طلاق عربی میں عالمِ دین ادا کرے (۱۱) دو عادل گواہوں کے سامنے طلاق پڑھا جائے (التعریفات۔ علامہ شریف جرجانی)

٭ حضور اکرمؐ نے فرمایا: "جائز چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند چیز طلاق ہے۔ (متّفق علیہ) ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں شوہر و زوجہ میں اسقدر نا اتّفاقی بڑھ جاتی ہے کہ علیحدگی کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہتا جسطرح بعض صورتوں میں آپریشن کرکے اعضاء کو کاٹ دینا ہی ضروری ہوتا ہے اسی طرح طلاق بھی کبھی ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اسلام فطری مذہب ہے، اس لیے اسلام میں اِس فطری ناہمواری کا علاج طلاق سے کیا گیا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪
وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا
تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫
وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ
الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ
بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ع ۲۹ ۱۳

(۲۳۱) اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور اُن
کی عدّت (کی مدّت) پوری ہونے کو آجائے تو
(اب یا تو) اُنھیں ٹھیک طریقے سے اپنے
پاس روک لو، یا پھر اچھے طریقے سے اُن کو
رخصت کردو محض ستانے کے لیے اُنھیں
روک رکھو، تاکہ اُن پر زیادتی کرسکو۔ اور جو
بھی ایسا کریگا تو درحقیقت اُس نے اپنے ہی
اوپر زیادتی کی۔ اللہ کے احکامات کو مذاق
نہ بناؤ اور اللہ کی اُن نعمتوں کو یاد کرو جو
تم پر ہیں اور اُس کو بھی جو اُس نے تمھاری
طرف تمھاری نصیحت کیلئے کتاب و حکمت
میں سے نازل کیا اور اللہ کے غضب سے بچو
اور سمجھے رہو کہ بلاشبہ اللہ ہر بات کا خوب جانتا ہے

آیت ۲۳۱ : اِس آیت میں طلاق شدہ عورتوں کے حقوق واضح کیے گئے ہیں:- (۱) عدّت کے ایّام میں عورت کو گھر میں رکھنا ہوگا (۲) عورت کی تمام ضروریات پوری کرنی ہوں گی (۳) عدّت کے اندر صرف ارادہ کر کے عورت کی طرف رجوع کرسکتا ہے یا عدّت کے بعد عزّت و آبرو کے ساتھ رخصت کرسکتا ہے۔

www.drhasanrizvi.org

وَاِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ (٢٣٢)
اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ
يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا
بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ ذٰلِكَ
يُوۡعَظُ بِهٖ مَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ
يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ
ذٰلِكُمۡ اَزۡكٰى لَـكُمۡ وَاَطۡهَرُ ؕ
وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا
تَعۡلَمُوۡنَ ۝٢٣٢

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ اپنی عدت (کی مدت) پوری کرلیں تو پھر انھیں اپنے (نئے) شوہروں سے نکاح کر لینے سے نہ روکو۔ جب کہ وہ مناسب طریقے سے ایک دوسرے سے نکاح کرنے پر راضی ہوں۔ اس نصیحت کو وہی قبول کریگا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا، یہی تمہارے لیے زیادہ پاک صاف اور شائستہ طریقہ ہے اور اللہ ہر بات کا علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے۔ (٢٣٢)

آیت ٢٣٢ : اس آیت میں اس بات سے سختی سے منع کیا گیا ہے کہ طلاق دی ہوئی عورتوں کو دوسرے نکاح سے نہ روکا جائے اور گھروں میں بند نہ کر دیا جائے۔ یہ انتہائی ظلم ہے اور ان کے جائز حقوق سے محروم کرنے اور انکی آزادی پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔

فقہاء نے ان الفاظ سے کہ "جبکہ وہ آپس میں شرافت کے ساتھ راضی ہوں" نتیجہ نکالا کہ ایجاب و قبول نکاح کا رکن ہے۔ یہ اور بات ہے زوجین کے بجائے یہ ایجاب و قبول زوجین کے وکیل انجام دیں۔ شرافت کے ساتھ کہہ کر یہ تاکید کردی کہ کوئی ادنیٰ ادنیٰ بات بھی دینی، اخلاقی، قانونِ الٰہی کے خلاف نہ ہونے پائے۔

دوسرے مذہبوں کے برعکس اسلام جس نظام کو لیکر آیا وہ محض صوفیوں، راہبوں، جوگیوں، فلسفیوں کیلئے نہیں۔ صرف نفس کو مار دینے والی ریاضت کرنے والوں کے لیے نہیں۔ (روح)

www.drhasanrizvi.org

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲۳۳

(۲۳۳) (جو باپ یہ چاہیں کہ اُن کی اولاد پوری دودھ پلانے کی مدّت تک دودھ پیے) تو مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں گی، اور بچے کے باپ کو اُن کا کھانا، کپڑا مناسب طریقے سے دینا لازمی ہوگا، مگر کسی پر بھی اُسکی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیا جاتا۔ نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالا جائے کہ بچہ اُس کا ہے، اور نہ باپ ہی کو اُس کے بچے کیلئے تنگ کیا جائے، اور وارث پر بھی ایسا ہی لازم ہے۔ ہاں اگر وہ دونوں آپس کی رضامندی اور مشوروں سے دودھ بڑھائی کرنا چاہیں تو اُن پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی اولاد کو خود کسی اور عورت سے) دودھ پلواؤ تو اِس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، بشرطیکہ اُس کا جو معاوضہ بھی طے کرو وہ ٹھیک مناسب طریقے سے ادا کرو، اور (اس حکم کو پورا کرکے) اللہ کے غضب سے بچو اور جانے رہو کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ سب کا سب اللہ کی نظر میں ہے۔ (۲۳۳) -----

(اس آیت کی تفسیر ص۲۶۶ پر دیکھیے)

www.drhasanrizvi.org

آیت ۲۳۳ کی تفسیر: حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "عورت اپنے بچّے کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کی جائے گی۔ البتہ عورت اگر اپنی خواہش اور خوشی سے اپنے بچّے کو دودھ پلانا چاہے تو اس کو روکا نہیں جائے گا، کیونکہ یہ اُس کا حق ہے۔" (کافی)

★ پھر ایک مقام پر حضرت رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"بچّے کے لیے اُس کی ماں سے بہتر کوئی دودھ نہیں ہو سکتا۔"

★ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:

"کوئی دودھ بچّے کے لیے اُس کی ماں کے دودھ سے زیادہ نفع بخش نہیں۔"

★ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "بچّے کو دو ۲ سال سے کم دودھ پلانا اُس پر ظلم کرنا ہے۔ اگر ماں مطلّقہ ہے تو باپ کو حق نہیں کہ دو سال سے پہلے بچّے کو اُس کی ماں سے جُدا کرے۔ اگر ماں دودھ پلانے کی اُجرت طلب کرے تو باپ پر لازم ہے کہ وہ اس کو اُجرت دے، ورنہ کسی دایہ (دودھ پلانے والی) کا انتظام کرے۔ لازم ہے کہ دایہ کے انتخاب کے وقت اُس کے خاندان، اوصاف، اخلاق و عادات کو دیکھے بھالے کیونکہ دودھ کا اثر بچّے میں ضرور ہوتا ہے۔" (الفقیہ)

★ جنگِ جمل میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بیٹے جناب محمدؒ حنفیہ جب تیروں کی بارش میں آگے بڑھنے سے رُک گئے تھے تو حضرت علی علیہ السلام نے اُن کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا تھا "ھٰذا من عرق امك" یہ تیری ماں کے دودھ کا اثر ہے۔ (ناسخ التواریخ)

www.drhasanrizvi.org

(۲۳۴) وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ
وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ
بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ
عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ
اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ
فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ۝۲۳۴

اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں
اور بیویاں چھوڑ گئے ہوں تو وہ اپنے
آپ کو (یعنی متوفّی کی بیویاں) چار
مہینے دس دن تک (دوسری شادی
کرنے سے) روکے رکھیں۔ پھر جب
وہ اتنی مدّت پوری کرلیں تو وہ اپنے
لیے جو چاہیں مناسب طور پر کریں۔ اس
میں تم پر کوئی گناہ یا ذمّے داری نہ ہوگی
اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس سے
خوب واقف ہے۔

آیت ۲۳۴ کی وضاحت : مطلّقہ عورت کے بعد بیوہ عورت کا مسئلہ بہت اہم ہے
بیوہ عورتوں کے مسئلے پر دوسرے مذاہب نے کوئی خاص توجّہ نہیں دی۔ بلکہ بعض مذہبوں
نے تو اُن پر بڑا ظلم کیا۔ جبکہ اسلام نے سہاگنوں کی طرح اُن کو زندہ رہنے کا حق عطا کیا۔
چار ماہ دس دن کی عدّت کے بعد بیوہ عورت کے لیے بناؤ سنگھار سب جائز ہے۔
بیوہ اگر حاملہ ہو تو اس کی عدّت وضعِ حمل تک نہ ہوگی بلکہ چار ماہ دس دن گذارنے کے بعد عدّت
ختم ہوگی، اور اگر اس مدّت میں وضعِ حمل نہ ہو تو اُس کی عدّت وضعِ حمل کے بعد مکمّل ہوگی۔

www.drhasanrizvi.org

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ
بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ
فِي أَنْفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ
سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِنْ لَا
تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ
تَقُولُوا قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا
تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ
يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا
أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ
فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
غَفُورٌ حَلِيمٌ ۲۳۵ ع ۱۴

(۲۳۵) (عدت کی مدت میں) تم اُن (بیوہ) عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ خواہ اشارے کنائے میں ظاہر کردو یا دل میں چھپائے رکھو، دونوں صورتوں میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اللہ جانتا ہے کہ اُن کا خیال تمہارے دل میں ضرور آئے گا، مگر دیکھنا خفیہ وعدے یا قول وقرار نہ کرلینا، اگر کوئی بات کرنی ہی ہے تو مناسب طریقے سے کرنا۔ مگر نکاح اُس وقت تک (ہرگز) نہ کرنا جب تک کہ مقررہ عدت کی مدت پوری نہ ہوجائے۔ اور خوب جانے رہو کہ اللہ تمہارے دلوں کے اندر کی بات تک کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا اُس (اللہ) سے ڈرتے رہو، اور یہ بھی سمجھ لو کہ بلاشبہ اللہ بڑا بخشنے والا، برداشت کرنے والا (یعنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو از خود معاف کردینے والا) ہے۔ (۲۳۵)

آیت ۲۳۵ کی وضاحت: یعنی جب تک عورت کی عدت کی مدت پوری نہ ہوجائے، مرد کیلئے جائز نہیں کہ وہ عزم بالجزم کرلے کہ اُسی عورت سے نکاح کرے گا۔ ایسا کرنے سے پہلے اُسے عدت کی مدت ختم ہوجانے کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

9-10-2001

www.drhasanrizvi.org

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۝ ۲۳۶

(۲۳۶) تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دے دو جب کہ تم نے اُنھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا اُن کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو۔ ہاں اِس صورت میں بھی اُنھیں کچھ نہ کچھ خرچہ ضرور دینا چاہیے۔ امیر و غریب اپنی اپنی حیثیت و قدرت کے مطابق مناسب طریقے سے خرچہ دے، یہ نیکوں پر (اُن عورتوں کا) حق ہے۔

آیت ۲۳۶ کی تفسیر: حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے پوچھا گیا کہ "اگر کوئی شخص طلاق دیدے تو اپنی (مطلقہ) زوجہ کے ساتھ کچھ سلوک بھی کرے؟" فرمایا: "ضرور۔ اتنا سلوک کرے کہ محسنین میں ہو جائے۔ ورنہ کم سے کم اتنا ضرور کرے کہ متقین میں گنا جائے۔" (الکافی۔ تفسیر عیاشی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ "جن عورتوں سے نکاح کیا جائے اور مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے ہی اُن کو طلاق دیدی جائے تو اِس سے اُن کو سخت رنج پہنچتا ہے۔ دشمن طعنے دیتے ہیں جبکہ خدا حیادار لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور تم میں زیادہ عزت والا خدا کے نزدیک وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ زیادہ نیکی کا برتاؤ کرے۔ اس لیے تم پر لازم ہے کہ جسقدر تم سے ممکن ہو اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ غنی کے واسطے مکان دینا یا کوئی لباس اور ادنیٰ درجے والے کو کچھ روپیہ یا انگوٹھی دینی چاہیے۔" (التہذیب)

www.drhasanrizvi.org

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ (۲۳۷)
اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ
لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا
فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا
الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ط
وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ط
وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ط
اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ۲۳۷

اور اگر تم نے اُنھیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہو، لیکن اُن کا مہر مقرر کیا جا چکا ہو تو پھر اس صورت میں تم کو آدھا مہر ادا کرنا لازمی ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ عورت (از خود) نرمی برتے یا وہ مرد معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے" اور اگر تم (لوگ) نرمی سے کام لوگے تو یہ (کام) تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اور آپس میں فیاضی و کرم کو نہ بھولو (کیونکہ) یہ حقیقت ہے کہ تم جو کچھ بھی کرتے ہو خدا اُس کو دیکھ رہا ہے۔

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ (۲۳۸)
الْوُسْطٰى ق وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ ۲۳۸

اور (اپنی) نمازوں کی پابندی کرو اور خصوصاً بیچ والی نماز کی۔ اور اللہ کے سامنے قنوت پڑھتے ہوئے کھڑے ہو۔

آیت ۲۳۸ : حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "درمیان والی نماز (صلٰوۃِ الوُسطٰی) سے مراد نمازِ ظہر ہے۔ وہ پہلی نماز ہے جو رسولؐ خدا نے پڑھی۔ ظہر کا وقت

(باقی صفحہ ۱۷۱ پر)

www.drhasanrizvi.org

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ○ ۲۳۹

ہاں اگر تم خوف (کے عالم) میں ہو تو پھر خواہ پیدل ہو یا سوار (جس طرح بھی ممکن ہو نماز پڑھ لو) پھر جب تم امن و اطمینان سے ہو جاؤ تو اللہ کو اُسی طریقے سے یاد کرو جو (طریقہ) اُس نے تمھیں سکھا دیا ہے، جو تم (پہلے) نہیں جانتے تھے۔ (۲۳۹)

(بقیہ از صفحہ ۱۷۰) دن کا اوسط ہے۔ اور دن کی دو نمازیں یعنی نمازِ صبح اور نمازِ عصر اِس (نمازِ ظہر) کے اِدھر اُدھر ہیں۔ یہ آیت ۲۳۸ جمعہ کے دن نازل ہوئی جبکہ رسولِ خدا سفر کے عالم میں تھے۔ پس رسولِ خدا نے اُس نماز میں دعائے قنوت پڑھی اور پھر سفر و حضر میں ہر نماز میں دعائے قنوت پڑھتے رہے۔" (الکافی۔ التہذیب)

★ قنوت کے معنی اطاعت بھی ہیں اور نماز کے لیے کھڑا ہونا بھی ہے۔ اور دعا کرنا بھی۔ (القرآن المبین)

"حٰفِظُوۡا": محققین نے حفاظتِ نماز کے تین درجے قرار دیے ہیں۔ (۱) "ادنیٰ" یہ کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض و واجبات ترک نہ کیے جائیں۔ (۲) "اوسط" یہ ہے کہ جسم ہر قسم کی طہارتِ ظاہری سے پاک ہو اور طبیعت اکلِ حلال کی خوگر ہو۔ دل میں خدا کی عظمت کے احساس کے سبب انکساری ہو اور مستحبات پورے پورے ادا ہوں۔ (۳) سب سے اعلیٰ درجہ نماز کی حفاظت کا یہ ہے کہ بندہ یہ سمجھے کہ خدا کے سامنے رُوبہ رُو کھڑا ہے۔ دل بالکل حاضر ہے۔

ایک شخص نے حضرت علیؑ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ اس طرح کانپ رہے تھے کہ وہ حیران ہو گیا۔ نماز کے بعد اُس نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ: "کیا آپ نے خدا کو دیکھ لیا ہے؟" فرمایا: "علیؑ کسی ایسی ذات کی عبادت

(باقی صفحہ ۱۷۲ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَ (۲۴۰) اور جو تم میں سے مرجائیں اور (اپنی)
یَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا ۚۖ وَّصِیَّۃً بیویاں "پیچھے" چھوڑ رہے ہوں تو اُنھیں
لِّاَزۡوَاجِہِمۡ مَّتَاعًا اِلَی الۡحَوۡلِ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کرنی چاہیے
غَیۡرَ اِخۡرَاجٍ ۚ فَاِنۡ خَرَجۡنَ کہ اُن کو سال بھر تک خرچہ دیا جاتا رہے
فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡ مَا اور وہ گھر سے بھی نہ نکالی جائیں۔ پھر اگر
فَعَلۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِنَّ مِنۡ وہ از خود گھر سے چلی جائیں اور اپنے بارے
مَّعۡرُوۡفٍ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ۝۲۴۰ میں جو (کام بھی) مناسب طریقے سے کریں
اُس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اللہ تو سب پر غالب، اور، بڑی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۶۱) نہیں کرتا جسے اُس نے دیکھا نہ ہو۔" وہ شخص حیران ہوگیا اور اُس نے کہا: "پھر مجھے بھی دکھا دیں۔" فرمایا: "اُس کو اِن ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ اُس کو ایمان کے ذریعے قلب و عمل کی بصیرت کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔" (الکافی)

آیت ۲۴۰: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "یہ آیت منسوخ ہے، چار مہینے دس دن والے حکم سے۔ اور نفقہ منسوخ ہے آیتِ میراث سے۔"

(تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِؕ (۲۴۱) حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ ۲۴۱

اور طلاق شدہ عورتوں کو بھی اچھے طریقے سے خرچہ دینا لازمی ہے۔ یہ بُرائیوں سے بچنے والوں کے ذمے ایک لازمی حق ہے۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴۲) اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ۲۴۲ ع ۱۵

اِس طرح خدا تمھارے لیے اپنے احکامات صاف صاف بتا تا ہے۔ اِس اُمید پر کہ شاید تم سمجھ بوجھ سے کام لو گے۔

آیت ۲۴۱ : مطلب یہ ہے کہ جن عورتوں کو طلاق دی جائے اُن پر کسی قسم کا ظلم یا زیادتی نہ کی جائے نہ اُن کو گھر سے نکالا جائے۔ بلکہ ایک مدت تک اُن کی آسائش کا خیال اور ضرورتوں کی کفالت شوہر کے ذمے ہے۔

فقہاء نے حدیث و سنت کی روشنی میں تینؔ مہینے کی مدت مقرر کی ہے کہ اتنی مدت تک کھانے پینے، رہنے سہنے کا انتظام شوہر پر ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ طلاق کی آیتوں میں بار بار خدا کا یہ فرمانا کہ " اللہ سے ڈرو۔ اللہ کے حدود کا خیال رکھو، اللہ بڑا سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اللہ بڑا زبردست طاقت والا اور حکمت والا ہے خوب اچھی طرح سے دیکھنے والا اور ہر چیز سے خوب باخبر ہے۔" یہ الفاظ بار بار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ سب احکامات واجب ہیں، شریعت کا مقصود ہیں۔ محض مشورہ نہیں۔ اِن میں ترمیم کا ہم کو حق نہیں۔ اِن کی تعمیل پوری ہونی چاہیے۔ (تھانوی)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ۲۴۳

(۲۴۳) کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے، تو اللہ نے اُن سے کہا "مرجاؤ" پھر اُنھیں زندہ کیا۔ بیشک اللہ انسانوں پر بڑا لطف وکرم کرنے والا ہے، مگر اکثر لوگ شکر نہیں ادا کرتے۔

آیت ۲۴۳ کی وضاحت : یہ واقعہ حضرت حزقیلؑ نبی کے وقت کا ہے جو حضرت موسیٰؑ کے وصی تھے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ " یہ لوگ شام کے شہروں میں سے ایک شہر کے رہنے والے تھے اور یہ ستر ہزار گھرانے تھے۔ اِن کے شہروں میں طاعون کی وبا آتی رہتی تھی۔ ایک سال جب سخت طاعون پھیلا تو مالدار لوگ اپنے گھروں سے نکل کر غیر آباد مقامات پر چلے گئے۔ اور غریب لوگ اپنے گھروں میں رہے۔ امیروں کو خدا نے حکم دیا کہ "مرجاؤ" وہ ستر ہزار فوراً مر گئے۔ اور ان کی صرف ہڈیاں رہ گئیں۔ حضرت حزقیلؑ نبی کا اُدھر سے گذر ہوا، تو آپؑ نے اُن کے دوبارہ زندہ ہونے کی دعا مانگی کہ اے خدا اِن کی خطا معاف کر دے اور ان کو زندگی بخش دے۔ اب یہ تیری عبادت کریں گے اور تیری تسبیح بجا لائیں گے۔ اِن سے تیرے اور بندے پیدا ہوں گے جو تجھ پر ایمان لائیں گے۔" خدا نے دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ اِن پر پانی چھڑکو۔ حضرت حزقیلؑ جیسے جیسے پانی چھڑکتے جاتے تھے لوگ زندہ ہوتے جاتے تھے۔ یہ واقعہ نوروز کے دن ہوا۔" (الکافی)

www.drhasanrizvi.org

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا (۲۴۴)	اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور جانے
أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ۲۴۴	رہو کہ بیشک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے
مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا (۲۴۵)	(اور تم میں) کون ایسا ہے جو اللہ کو
حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا	قرضِ حسنہ (اچھا قرضہ جو خالص نیکی کے
كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ	تحت دیا جائے) تاکہ خدا اُسے کئی گنا بڑھا چڑھا
وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ۲۴۵	کر واپس کرے۔ اللہ ہی تنگی و فراخی کرتا ہے اور

اُس کی ہی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ (تاکہ تم اپنا وہ مال جو خدا کی راہ میں خرچ کیا ہے کئی کئی گنا بڑھا ہوا اور اُس پر خدا کا اجرِ عظیم وصول کرو۔) ——— (۲۴۵)

آیت ۲۴۵ : حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری کہ "جو ایک نیکی بجا لائے گا اُسے اُس سے بہتر معاوضہ دیا جائے گا"۔ تو حضرت رسولِ خدا نے دعا کی کہ مالک! مجھے اس سے زیادہ عطا فرما۔" خدا نے ارشاد فرمایا: "جو شخص نیک کام کرے گا میں اُسے دس گنا بدلہ دوں گا"۔ حضرت رسولِ خدا نے عرض کی، مالک! اور اضافہ فرما!" اس پر خدا نے ارشاد فرمایا: "جو شخص خدا کو قرضِ حسنہ دے گا، خدا اُس کو بہت زیادہ اضافہ کر کے خوب بڑھائے گا"۔ اس پر حضرت رسولِ خدا سمجھ گئے کہ خدا جسے "کثیر" (بہت زیادہ) ارشاد فرمائے، اُس کے اضافے کی کوئی انتہا ہی نہیں ہو سکتی۔"

(تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ قَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا وَ اَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۴۶﴾

(۲۴۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ موسٰیؑ کے بعد جب بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے نبیؑ سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ نبیؑ نے پوچھا: "کہیں ایسا تو نہ ہوگا کہ جب تم پر جنگ کو لازمی قرار دیا جائے، تو پھر تم جنگ نہ کرو۔" وہ کہنے لگے: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم خدا کی راہ میں جنگ نہ کریں؟ جبکہ ہم کو اپنے گھروں اور بال بچوں سے نکال دیا گیا ہے۔" مگر جب اُن پر جنگ کو لازمی قرار دیا گیا تو اُن میں کے تھوڑے سے آدمیوں کے سوا سب کے سب پیٹھ موڑ گئے، اور اللہ (ایسے) ظالموں سے خوب واقف ہے۔

آیت ۲۴۶: مَلَاء کے اصل معنی بھر دینے کے ہیں۔ کیونکہ بڑے آدمیوں کے آنے سے مجلس بھر جاتی ہے یا اس لیے کہ وہ پیسے سے بھرے ہوتے ہیں اس لیے بڑے لوگوں کو بھی مَلَاء کہتے ہیں۔

www.drhasanrizvi.org

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ (۲۴۷)	اور اُن سے اُن کے پیغمبر نے کہا کہ
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ	اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ
قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ	مقرّر فرمایا ہے۔ انھوں نے کہا: "اُس کو
عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ	ہم پر بادشاہ بننے کا حق کیسے ہو سکتا ہے؟
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ	ہم تو خود اُس سے زیادہ بادشاہت کے
الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ	حق دار ہیں، وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی
عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي	نہیں ہے۔" نبیؑ نے فرمایا: اللہ نے
الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي	تمھارے مقابلے میں اُسے (ترجیحاً) منتخب
مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ	فرمایا ہے (کیونکہ) اُسے علم اور جسمانی
وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۲۴۷ ○	طاقت زیادہ عطا کی ہے۔ اور اللہ اپنا

ملک جسے چاہے دے۔ (کیونکہ) اللہ بڑی وسعت رکھنے والا اور بڑا علم والا ہے۔ (۲۴۷)

(معلوم ہوا کہ خدا کے مقابلے میں بادشاہ مقرّر کرنے کا جمہور کو کوئی حق نہیں۔ یہ حق جمہور کو صرف اُسی وقت مل سکتا ہے جب خدا کا مقرّر کیا ہوا کوئی حاکم یا اُولوالامر ظاہر میں موجود نہ ہو۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ حاکم خدا اُس کو بناتا ہے جو علم اور جسم یعنی شجاعت میں سب پر فوقیت رکھتا ہو۔ وہی سرداری یا امامت کا مستحق ہے۔ یہ خدائی معیار ہے۔ اور کیونکہ ملک بھی خدا ہی کا ہے اس لیے وہ جسے چاہے اور جو معیار چاہے مقرّر فرمائے۔)

اِس آیت ۲۴۷ : کی تفسیر میں حضرت امام محمّد باقرؑ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

(باقی صفحہ ۱۰۸ پر)

www.drhasanrizvi.org

(بقیہ از صفحہ ۱۷۱ آیت ۲۴۷ کی تفسیر : " یہ نبیؑ شموائیل تھے۔ جن کو عربی زبان میں اسماعیل کہتے ہیں۔" دوسری روایت کے مطابق ارمیا تھے۔ اُس زمانے میں نبوت اور سلطنت ایک گھرانے میں جمع نہیں ہوتی تھی۔ نبوت لاویؑ ابن یعقوبؑ کی اولاد میں تھی اور حکومت حضرت یوسفؑ کی اولاد میں تھی۔ یہ حضرت شموائیل حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن بنی اسرائیل اُن کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اُس زمانے میں عمالقہ قوم کا بادشاہ جالوت تھا۔ جو بنی اسرائیل کو سخت تکلیفیں دیتا تھا۔ آخر کار لوگ مجبور ہوکر حضرت شموائیل نبی کے پاس آئے اور عرض کی کہ ہمارے لیے ایسا حاکم مقرر کریں جس کے ساتھ ہم متحد ہوکر جالوت سے جہاد کریں۔ حضرت شموائیلؑ نے خدا سے دعا کی، تو ارشاد ہوا کہ ہم نے طالوت کو اُن کا امیر مقرر کیا۔ حضرت طالوت حضرت یوسفؑ کے بھائی بنیامینؑ کی اولاد میں سے تھے۔ (تفسیر مجمع البیان)

(نوٹ) غور طلب بات یہ ہے کہ جہاد کے لیے حاکم بھی قوم نے خود منتخب نہ کیا اور نہ نبی نے اُن کو منتخب کرنے کی اجازت دی۔ تو جب فقط جہاد کے لیے حاکم خدا مقرر فرماتا ہے تو سارے دین اور اُمت کی حفاظت کیلئے نبی یا وصیؑ نبی کے ہوتے ہوئے قوم کو کسی کے انتخاب کا کیا حق ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ خدا نے مال و دولت کی بنیاد پر طالوت کو منتخب نہ فرمایا تھا بلکہ علم اور جسم (شجاعت) کی بنیاد پر منتخب فرمایا۔ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک علم، شجاعت، صبر ہی انسان کی فضیلت اور انتخاب کا معیار ہیں۔ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؑ کیلئے فرمایا: " میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں۔" اور حضرت علیؑ کی شجاعت کے بارے میں فرمایا: " کل میں اُس کو عَلَم دوںگا جو مرد ہوگا بڑھ بڑھ کر حملے کرنے والا ہوگا، اللہ اور اُس کا رسولؐ اُس سے محبت کرنے والے ہوں گے اور وہ خدا و رسولؐ سے محبت کرنے والا ہوگا۔" (بخاری شریف)

www.drhasanrizvi.org

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ
فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ
وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ
وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ
كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ع ۳۲ ۱۲

(۲۴۸) اور (پھر) اُن کے نبیؑ نے اُن کو یہ
بھی بتا دیا کہ (خدا کی طرف سے) اُس کے
بادشاہ مقرّر کرنے کی علامت یہ ہے کہ
(اُسکی بادشاہت میں) تمہارے پاس وہ
صندوق آجائے گا جس میں تمہارے ربّ
کی طرف سے تمہارے لیے سکونِ (قلب) کا
سامان ہے۔ جس میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کی
اولاد کے چھوڑے ہوئے تبرّکات ہیں اور اُسے
فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (اب) اگر تم مومن
ہو تو ضرور اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ
بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ
شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّي وَمَنْ لَمْ
يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا
مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ

(۲۴۹) پھر جب طالوت لشکر کو لے کر چلا
تو اُس نے کہا: "اللہ ایک دریا (نہر) کے
ذریعے تمہارا امتحان لینے والا ہے، جو بھی
اُس کا پانی پی لے گا وہ میرا ساتھی نہیں،
میرا ساتھی صرف وہ ہے جو اُسے چکھے گا
بھی نہیں۔ سوا اِس کے کہ وہ ایک
چُلّو پانی اپنے ہاتھ سے بھر لے۔"

www.drhasanrizvi.org

فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ‌ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ ۙ قَالُوۡا لَا طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ‌ؕ قَالَ الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةً ۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۝۲۴۹

مگر (انجامِ کار) سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب نے پانی پی لیا۔ پھر طالوت اور اُس کے ساتھی جو ایمان لا چکے تھے، (دریا پار کرکے) آگے بڑھے، تو اُنھوں نے کہا کہ آج تو ہم میں جالوت اور اُس کے لشکروں کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے (لیکن) جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اُنھیں ایک دن ضرور اللہ کو مُنہ دکھانا ہے، بولے "کتنے چھوٹے چھوٹے گروہ، اللہ کے حکم سے بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجاتے ہیں۔ (کیونکہ) اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے" ——— (۲۴۹)

آیت ۲۴۹: حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ: "جب بنی اسرائیل طالوت کے ساتھ مقابلے کو نکلے تو یہ گرمی کے دن تھے، پیاس سے پریشان ہوگئے۔ طالوت سے کہنے لگے کہ خدا سے دعا کرو کہ کوئی نہر مل جائے۔ غرض کہ نہر ملی، طالوت نے سب کو سمجھا دیا کہ یہ امتحان کی نہر ہے جو چلّو بھر پیے گا وہ مجھ سے ہے اور جو ایک چلّو سے زیادہ پیے گا وہ مجھ سے نہیں۔ مگر جب وہ لوگ نہر کے کنارے پہنچے تو ۳۱۳ کے سوا سب کے سب مُنہ کے بل پانی پر گر پڑے اور خوب خوب پیا۔ آخر کار اُن کے ہونٹ سیاہ ہوگئے اور چلنے کے قابل تک نہ رہے پھر وہ کتنا ہی پیتے تھے پیاس نہ بجھتی تھی، مگر جنھوں نے ایک چلّو پیا تھا وہ اچھے رہے اور اُنکی پیاس بھی بجھ گئی۔" (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.org

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝٢٥٠

(۲۵۰) پھر جب (طالوت اور اُنکے لشکر والے) جالوت اور اُس کے لشکر کے مقابلے پر نکلے تو اُنھوں نے دُعا کی: "اے ہمارے پالنے والے! ہم کو صبر عطا فرما اور ہمارے قدم جما دے اور اس کافر گروہ کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝٢٥١

(۲۵۱) آخر کار اللہ کی اجازت سے اُنھوں نے اُن (کافروں) کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے اُنھیں (داؤد کو) سلطنت و حکمت عطا فرمائی، اور اُنھیں (داؤد کو) جس جس چیز کا چاہا علم بھی دیا۔ اور اگر اللہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے دفع نہ کراتا رہے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے لیکن اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ (۲۵۱)

آیت ۲۵۱ کی تفسیر و وضاحت:

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ "خدا نے بنی اسرائیل کے نبی کو وحی فرمائی کہ جالوت کو وہ قتل کرے گا جس کے جسم پر حضرت

(باقی صفحہ ۱۸۲ پر)

www.drhasanrizvi.org

تِلۡكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتۡلُوۡهَا عَلَيۡكَ بِالۡحَقِّ‌ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ (۲۵۲)

یہ خدا کی آیتیں ہیں جنھیں ہم آپ پر ٹھیک ٹھیک (حق کے ساتھ) تلاوت کر (کے سنا) رہے ہیں اور بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (۲۵۲)

9-12
18.02.2007

(بقیہ از صفحہ ۱۸۱ آیت ۲۵۱) موسیٰؑ کی زرہ ٹھیک آئے گی۔ اور وہ شخص لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد سے ہے۔ (چنانچہ) وہ زرہ حضرت داؤدؑ کے جسم پر پوری آئی۔ اس لیے حضرت طالوتؑ نے حضرت داؤدؑ کو جالوت کے مقابلے پر بھیجا۔ حضرت داؤدؑ نے ایک پتھر گوپھن میں رکھ کر جالوت کی طرف پھینکا تو وہ جالوت کی پیشانی پر لگا اور (پیشانی کو توڑتا ہوا) پیچھے سے نکل گیا۔ اور بھی کئی آدمیوں کو زخمی کیا۔ یہ دیکھ کر فوج کے قدم اکھڑ گئے اور طالوتؑ کو نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ (تفسیر قمیؒ)

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَمَا تَوۡفِيۡقِيۡ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ وَهُوَ حَسۡبِيۡ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

(۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ ۱۳ مارچ ۱۹۹۳ء شنبہ ۱۲ بجے دن)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دوسرے پارے کی کتابت آج مکمل ہوئی

کاتبِ وحی سید جعفر زیدی ۳۶ بی لانڈھی ۵